جو کوئی پیرو جناب مصطفیٰ ہو جائیگا ۔ حق یہ کہتا ہے وہ محبوب خدا ہو جائیگا

اللہم صل علی محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم

۷۸۶

حیاتِ مصطفیٰ

تحفہ مالیرکوٹلہ

مؤلفہ

مولوی صوفی عبدالرحمن خان ساکن مالیرکوٹلہ

مسلمان بچون کی تعلیم کے - لِئے

در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ذکر مبارک

خاتم النبیین حضرت مصطفےٰ محمد بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم
علیہم الصلوٰۃ والسلام

مکّی زندگی

پہلا باب

سید المرسلین حضرت پیغمبر مصطفےٰ جس کی تشریف آوری کی خبر تمام انبیاء و رسل ابتداء دنیا سے اس وقت تک دیتے چلے آئے اور اُس کی تعریف و توصیف کے گیت گاتے رہے قریش کے اشرف الشرفا خاندان عبداللہ بن عبدالمطلب کے مشکوئے معلےٰ میں ۱۲ ربیع الاول سنہ [illegible] جلوس نوشیرواں مطابق سنہ ۵۷۰ عیسوی کو بروز دوشنبہ پیدا ہوا وہ آخری نبی جو

آسمانی کتابوں میں حضرت سلیمان کا محمدیم اور حضرت حجی کا حمدث اور حضرت عیسیٰ کا فارقلیط کہلاتا ہے فاران کے بیابان ...... (یعنی مکہ) سے جلوہ گر ہوا۔ آسمان کے فرشتے اُس مولود مسعود پر مبارکباد دینے لگے۔ روحانی دنیا میں خوشی اور خورمی کے نعرے بلند ہوئے۔

ان دنوں ایران کا بادشاہ مشہور و معروف کسرائے عادل نوشیروان تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اس حقانی مصلح اور ربانی مجدد کی پیدائش کے دن قادین (ایران) میں ایسا زلزلہ آیا کہ کسرےٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ ہزار سال کی جلتی ہوئی آگ دفعتہً بجھ گئی۔ یہ گویا قدرت کی طرف سے اس بات کا نشان تھا کہ اُس ہادی عالم کی بعثت پر فارس کی آتش پرستی اور بطلان پرستی معدوم ہو جائے گی اور شاہان فارس کی سلطنت کا ایوان گر کر وہاں اسلام اور اسلامی سلطنت کا جھنڈا قایم ہو جائے گا۔ جیسا کہ آنحضرت ؐ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر خطاب رضؓ کے زمانہ میں واقع ہوا جس کی نسبت آنحضرت ؐ آپ ہی پیشینگوئی کر چکے تھے۔ کہ اذھلک کسریٰ فلا کسری بعدہٗ جب کسرے ہلاک ہو جائیگا۔ تو پھر اس کے بعد واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ اور قیصر روم کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

آپ کی پیدائش سے پیشتر آپ کی والدہ معظمہ نے ایک رویائے صادقہ میں دیکھا۔ کہ کوئی روحانی فرشتہ اُن سے کہہ رہا ہے انک حملت بخیر العالمین فاذا ولدتہ فسمیہ محمداً واکتمی شانہٗ تو خیر العالمین سے حاملہ ہے سو جب وہ برگزیدۂ عالم پیدا ہو۔ تو اس

کا نام محمد (ستودہ بہت تعریف کیا گیا) رکھیو - اور اُس کی شان کو چھپا رکھیو
آپ کی پیدائش سے پہلے عرب میں اکثر قحط رہا کرتا - جس سال آپ م
پیدا ہوئے ہیں - آسمان ایسا عمدہ تھا - کہ اس سال کا نام ہی سنتہ
الفتح والابتہاج فتح اور خوشی کا برس ٹھیرا +

آپ کی پیدائش کے وقت عرب کے لوگ سخت جہالت میں
پھنسے ہوئے تھے - تمام قبائل شرک و بُت پرستی میں غرق تھے -
یہود - نصارے مجوسی وغیرہ تمام فرقے سخت جہالت اور ضلالت
کے جنگل میں سرمار رہے تھے - سود شراب خوری قمار بازی حرامکاری
دختر کشی انسان کی قربانی کی عام رسم جاری تھی - عرب کی بے مثل
کینہ و عداوت کا وہ زور تھا کہ الامان ظهر الفساد فی البر والبحر کی
اور خشکی سب بگڑ چکی تھی - دفعۃً فاران کے بیابان میں بوقبیس پہاڑ
کے مغرب کی طرف خدا کا نور چمکا -

انسان کا سارا فخر - سارا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے - وہی پوری
جانفشانی کے ساتھ اس کی پرورش کرتے - ہر طرح تعلیم و تربیت
میں ساعی ہوتے - اور آئندہ کی زندگی کو بہ آسائش کاٹنے کے قابل بناتے
ہیں - حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابھی
بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت
عبد اللہ قضا کر گئے +

اور یوں آپ ہمیشہ کے لئے سایہ عاطفت پدری سے محروم ہو گئے
آپ چھ برس کے تھے - کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بھی سفر سے
گذر گئیں اور اس طرح ماں اور باپ دونوں کا سایہ ہمیشہ کے لئے آپ پر سے

کے سر سے اٹھ گیا۔ اور ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ یتیم رہ گئے۔

سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بچپن ہی میں بے مادر و پدر رہ جانا۔ اور یتیمی اور لاوارثی کی حالت میں پرورش پانا اور آخر کار دنیا اور دین کا بادشاہ بن جانا۔ خدا تعالیٰ کی زبردست قدرت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اس کس مپرسی اور بے بسی کی حالت میں پرورش پائے ہوئے یتیم کی نسبت کس شخص کو خیال آ سکتا تھا۔ کہ ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب کہ اُس کی قسمت کا ورق یک بیک ایسا الٹ جائے گا۔ کہ جس کی نظیر آج تک دنیا میں نہ ہوئی نہ ہوگی کس کو معلوم تھا کہ یہ یتیم ان پڑھ ہاشمی نسل کا بچہ ایک اولوالعزم دنیا و دین کا بادشاہ ہوگا۔ جس کے سامنے تمام گردن کشوں کی گردنیں جھک جائینگی۔ سارے جہان میں نامی اور معزز۔ اعلےٰ درجہ کا فاتح پرلے درجہ کا واعظ اور خطیب اکمل درجہ کا فصیح و بلیغ زبردست پہلوان سب سے بڑا مصلح اور مجدد۔ قوم کا حقیقی نجات دینے والا۔ افضل البشر۔ سید الرسل اور خاتم الانبیاء۔ اور سارے جہان کے لئے رحمت اور برکت ہوگا۔

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ حضور ؐ کے والد ماجد آپ کی ولادت سے پہلے ہی قضا کر چکے تھے۔ اور آپ کی والدہ نے آپ کو ۶ سال کا بچہ چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اور آپ یتیم ہو گئے۔ اس خاندان ہاشمی میں اس وقت بزرگ خاندان عبد المطلب حضور ؐ کے جدِ امجد تھے۔ وہ آپ کے کفیل ہوئے۔ مگر دو سال کے بعد وہ بھی داغ

مفارقت دے گئے۔ پھر آپؐ کا چچا ابو طالب آپ کا متکفل ہوا خدا نے اُس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اور وہ نہ دل سے آپ کی پرورش کرنے لگا۔ یہ سب کچھ تو تھا۔ مگر آپ کی تعلیم کی طرف سے سب کو اس قدر بے توجہی رہی۔ کہ کسی اُستاد کے پاس آپ کو پڑھنے کے لئے نہ بٹھایا۔ نہ پڑھنا لکھنا سکھایا اور اس طرح آپ پڑھنے لکھنے سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے اور کبھی آپ کو لکھنے پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ اور یہ بات آپ کے لئے موجب فخر ہوئی کہ اگرچہ ظاہری تعلیم سے آپ محروم رہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو وہ علم لدنی سکھایا کہ اولین وآخرین کے علم پر سبقت لے گئے یہی وجہ ہے۔ کہ اسمانی کتابوں میں آپ کا لقب اُمّی یعنی ان پڑھ ہے +

حضور علیہ السلام اور آپ کے چچا ابو طالب میں باہم بقدر محبت ہو گئی تھی۔ کہ وہ ایک دم آپ کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ حضور کی ۹ سال کی عمر تھی۔ کہ وہ شام کو تجارت کے لئے چلے مگر آپ کی جدائی گوارا نہ کر سکے آپ کو بھی ساتھ ہی لے گئے۔ جب شام کے شہر بصرے میں پہونچے۔ تو وہاں ایک گرجا میں ٹھہرے۔ وہاں کا ایک راہب (پادری) بڑا نامی وگرامی آدمی اور توراۃ وانجیل کا بڑا فاضل تھا۔ وہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا منتظر اور آپ کی علامات مہر نبوت وغیرہ سے خوب واقف تھا۔ اس ...... نے جب آپکی طرف غور سے

دیکھا۔ تو آپ کے قیافہ اور علامات کو دیکھکر آپ کی عظمت شان کو جو منصب رسالت اور نبوت کے لحاظ سے آئندہ قایم ہونے والی تھی تاڑ گیا۔ اُس نے اُس قافلہ کی محض حضور کی طفیل ضیافت کی۔ اور ابو طالب کو ہدایت کی۔ کہ اُسے شام میں نہ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ قوم یہود جو ہمیشہ سے صادقوں کی دشمن تھی۔ اور نبیوں کی تکلیف و ایذادہی کے لئے مستعد۔ اور ہمیشہ بغض و حسد کے عادی ہے اس سے بھی کوئی بد سلوکی کرے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ لڑکا ملک کا آزاد کرنے والا اور نجات دینے والا۔ خدا کا رسولؐ اور رحمتِ عالمین اور خاتم انبیاء ہوگا۔ اُس راہب نے اپنا ایک کشف بھی بیان کیا۔ کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ جس راستہ سے یہ لڑکا آرہا تھا۔ تمام شجر و حجر اس کے سامنے سربسجود ہیں۔ اس نبی کی صفت ہم اپنی کتابوں میں لکھی پاتے ہیں۔ اور ابو طالب کو پھر ہدائت کی۔ کہ اسے شام میں مت لیجاؤ۔ چنانچہ ابو طالب نے آپ کو مکہ کی طرف روانہ کر دیا +

حضورؐ کے لڑکپن میں ایک دفعہ مکہ معظمہ میں سخت قحط پڑا۔ ابو طالب آپ کو اپنے ساتھ میدان میں لے گئے۔ اور آپ کو دعا کے لئے کہا آپ نے خدا سے حضور مینہ برسنے کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طفیل سے یہانتک خوب مینہہ برسایا۔ کہ سارا ملک سیراب ہو گیا۔ اور قحط دفع ہو گیا۔ حضرت ابو طالب کا اس بات میں ایک قصیدہ ہے۔ جس کے اس شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ ترجمہ سفید رنگ گورا گورا پانی مانگتا ہے اپنے منہہ سے

جائے پناہ ہے یتیموں کی عصمت ہے بیوہ عورتوں کی +

حالات شباب

جب حضورؐ جوان ہوئے۔ ان تمام باتوں سے جو جوانوں میں خلاف تہذیب پائی جا سکتی ہیں۔ بالکل منزہ اور پاک تھے۔ آنحضرت نہ تو بہت دراز تھے اور نہ پست قد۔ نہ نہایت سفید نہ بالکل گندم گوں۔ بلکہ آپکے چہرہ مبارک پر سفیدی مناسب اور سرخی موزوں تھی۔ ڈاکٹر ویٹ صاحب لکھتے ہیں "محمدؐ عرب کے نہایت عمدہ خاندان اور معزز قوم میں سے تھے۔ صورت میں شکیل اور طور میں رسیلے اور بے تکلف تھے" اپالوجی گاڈفری ہگنس صفحہ ۸ دفعہ ا مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء.......... آپ اپنی قوم میں صدق و امانت و دیانت اور جملہ صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ سے مشہور و معروف ہو گئے۔ قریش آپ کو کھیل تماشوں کی محفلوں میں بلاتے آپ ہرگز شریک نہ ہوتے۔ اور سب قریش کو آپ کی صدق و امانت کا یہاں تک اقرار تھا۔ کہ آپ کے نام (محمدؐ) کے ساتھ امین کا لفظ شامل ہو کر محمد امین ہی نام ہو گیا +

یہ عجیب اور فی الحقیقت بے نظیر بات ہے کہ آپ اپنی قوم میں ابتدا ہی سے امین اور مامون پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ کفار عرب کے وہ اشعار جو اُنہوں نے آنحضرتؐ کی مذمت میں نظم کئے۔ ان اشعار میں برابر امین اور مامون آپ کا لقب موجود ہے کل قوم آپ کو ہر مہم و مشکل کے وقت

مرجع و ماوائے سمجھتی تھی - پیر و جوان آپ کو ایسی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - کہ عرب کے تاریخ قرون پڑھ کر حیران رہ جاتے ہیں - وہ قوم جس کا پیشہ ہی عیوب گیری اور قبائح شماری ہے - بچپن ہی سے آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارتی ہے +

مکہ میں عام دستور تھا - کہ جس شخص کے پاس کوئی عجیب اور بیش قیمت چیز ہوتی - جسے وہ آپ محفوظ نہ رکھ سکتا - وہ آپ کے پاس امانت رکھتا - اور اس بات کی یہاں تک شہرت ہو گئی - کہ قوم کے پیر و جوان کی زبان پر الامین - المامون[1] کے سوائے آپ کی نسبت کوئی اور لفظ نہ آتا - یہاں تک کہ رفتہ رفتہ عرب کی ایک شریفہ اور رئیسہ (خدیجہ نامی) نے آپ کی امانت - دیانت اور صداقت کا شہرہ سن کر آپ کو اپنے مال تجارت کا محافظ بنایا - اور آخر کار آپ کی فوق العادہ صداقتوں اور نشانوں کو دیکھ کر آپ کے ساتھ نکاح بھی کر لیا - اور بعثت کے وقت سب سے پہلے آپ پر وہی ایمان لائیں - کیونکہ آپ کی صداقت و امانت و دیانت کے نشان پہلے سے دیکھ چکی تھی - آپ کی امانت و دیانت - سچائی اور صداقت کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوگا - کہ آپ کے چچا ابو طالب اپنی وفات کے وقت آپ کی نسبت یوں شہادت دیتا ہے - میں تم کو محمدؐ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں - کیونکہ وہ قریش میں امین[2] ہے اور عرب میں صدیق ہے - وہ ایسا امر لایا جس کو

1 اور 2 دیکھو مواہب لدینہ و زرقانی شرح مواہب جلد ا صفحہ ۲۵۶ +

دل سے تو مانا مگر زبان سے بدنامی کے ڈر سے اس کا انکار کیا۔

انہی ایام میں ایک دفعہ حضورؐ نے اُجرت پر بکریاں بھی چرائیں اور یہ خدمت آپؐ نے محض ایک ملازمانہ حالت میں ادا کی۔ تاکہ آپکی ظاہری تنگی و معاش رفع ہو۔ دراصل اس گلہ بانی میں جو حضورؐ کے سپرد ہوئی۔ ایک عجیب روحانی حکمت تھی الٰہامی

[illegible]

کتابوں میں انبیاء کو اکثر راعی (بکریاں چرانے والا) کا خطاب دیا گیا ہے۔ یہ گلہ بانی کی خدمت اور انبیاء سے بھی ظہور میں آچکی ہے۔ یہ جماعت انبیاء چونکہ مخلوق خدا کی گلہ بانی کرنے والی ہوتی ہے۔ اور جو بھیڑیں اطاعت مولےٰ سے سرکشی کر کے گم ہو جانا چاہتی ہیں۔ ان کو اکٹھا کر کے راہ پر لاتی ہیں۔ اس لئے پہلے کچھ دن ان کو گلہ بانی کی خدمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے تمام جہان کا گلہ بان ہونا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے حضورؐ کے دل میں گلہ بانی کی خدمت ادا کرنا القاء کیا گیا۔ ظاہری گلہ بانی کرنا اور بھیڑیں چرانا اس گلہ بانی کے لئے ایک تعلیم تھی۔ جو حضورؐ کو آئندہ سپرد ہونے والی تھی۔

۲۵ سال کی عمر میں آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اس وقت حضرت خدیجہ رضؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ ۵۰ سال کی عمر تک آنحضرتؐ کے نکاح میں صرف خدیجہؓ ہی رہیں۔ حضرت خدیجہؓ سے آنحضرتؐ کے دو لڑکے اور ۴ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے سب سے چھوٹی فاطمہؓ آپ کی وفات کے بعد باقی رہی اور باقی سب نیچے

آپکی حین حیات ہی میں فوت ہو گئے +

آنحضرت صلعم کی عمر مبارک ۲۵ سال کی تھی - کہ قریش نے از سر نو کعبہ کو تعمیر کیا، اس تعمیر میں آنحضرت صلعم بھی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے رہے اور پوری مدد دیتے رہے کعبہ کی تعمیر میں مقدس پتھر حجر اسود کے رکھنے میں تمام قبایل حجاز میں اس بات پر مخالفت شروع ہوئی - کہ اس کونے کے پتھر کو کون شخص اُٹھا کر رکھے - قریب تھا کہ تمام قوم کٹ کر ہلاک ہو - اس حقیقی کونے کے پتھر نے جس کی پیشین گوئی کے لئے تصویری زبان میں دانیال ۲ باب ۴۴ - ۳۴ - متی ۲۱ باب ۴۲ - ۴۴ - یسعیاہ ۲۸ باب ۱۶ میں مذکور ہے - اور جو قدیم سے عرب کے مقام مکہ معظمہ کے کونے میں دھرا تھا - اُس کا آنحضرت صلعم نے ایسا فیصلہ کیا - کہ قوم پر ثابت کر دیا - کہ میرے ہاتھ کے چھونے سے تم کو آرام اور نجات ہے بات یہ ہوئی کہ جب قوموں میں اس پتھر کے رکھنے میں اختلاف ہوا کہ اس پتھر کو کون رکھے - تو آخر ان لوگوں نے یہ فیصلہ کیا - کہ جو سب سے پہلے دروازہ سے اندر آوے - وہی اس کا رکھنے والا ٹھہرے - اتنے میں حضور علیہ السلام آ نکلے - آپ نے اپنی چادر بچھادی - اور پتھر اس میں رکھکر حکم دیا - کہ تمام قوموں کے سردار بہ اتفاق اس چادر کو اُٹھا لیں - اس فیصلہ پر تمام قوم خوش ہو گئی اور اس نبوت کی آخری اینٹ اور کونے کے پتھر نے اس فیصلہ سے تمام قوم کو آفت جدال و قتال سے نجات بخشی +

۴۰ برس کی عمر تک آنحضرت صلعم کے حالات کے متعلق اسی قدر قابل ذکر ہے - کہ آپ اپنی قوم میں اوّل درجہ کے مستدل ہیں - امین - شریف الاخلاق

اور مرجع انام تھے۔ اور چال چلن میں تمام عرب میں ضرب المثل اور شہرہ آفاق۔ آپ کو غور اور فکر کی بہت عادت تھی۔ ہمیشہ خدا کی قدرتوں۔ اور صنعتوں۔ اور حکمتوں میں غور کرتے اور مراقبہ اور مکاشفہ میں مشغول رہتے رفتہ رفتہ یہ دستور ہو گیا۔ کہ کچھ دنوں کا کھانا لیکر آپ کوہ حرا میں خلوت اختیار کرتے اور وہیں خدا کے گیان دھیان میں مصروف رہتے اس وقت تک آپ کو یہ مطلق خبر نہیں تھی۔ کہ میں کسی اُمت کا نبی ہونگا یا مجھ پر کوئی کتاب نازل ہونے والی ہے +

نبوّت کا عطا ہونا

سنہ ۱ بعثت

کامل ۴۰ سال کی عمر میں آپ غار حرا میں خلوت گزین تھے کہ حضرت جبرئیل ؑ آپ کے پاس تشریف لائے۔ اور سب سے پہلے سورہ علق کی یہ پانچ آیتیں آپ پر نازل ہوئیں۔ اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق۔ اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ تو اپنے اُس عظیم الشان رب کا نام لے کر پڑھ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ انسان کو خون بستہ سے بنایا۔ پڑھ۔ اور تیرا رب بڑا ہی صاحب کرم ہے جس نے انسان کو قلم کا استعمال (یعنی کمال علم) سکھایا۔ پھر الہام اور علم لدنی کے ذریعہ سے انسان کو وہ باتیں سکھائیں

جن کا اُسے علم تک نہیں تھا +

حضور علیہ السلام نے جب یہ ندائے الٰہی سُنی۔ تو اُس وقت آپ کو سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ اس گھبراہٹ کی حالت میں حضورؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے تو اپنی جان پر خوف بن گیا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضؓ نے کہا۔ البشر فواللہ لایخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل و تکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (بخاری)

خوش ہو جیئے۔ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی ضایع اور رسوا نہ کریگا۔ آپ صلہ رحم کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ دُکھ والے کا دُکھ برداشت کرتے ہیں۔ مفلس کو دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور بھلے کاموں میں مدد کرتے ہیں۔ انتہے۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو توریت و انجیل کا فاضل تھا۔ اُس نے آنحضرتؐ کو بشارت دی کہ تمہیں مژدہ ہو۔ کہ تو ہی نبی آخر الزمان ہے جس کا ذکر کُتب سابقہ میں ہے اور آپ کی نسبت جو بائیبل میں بشارات تھیں اُن میں سے چند ایک بشارات کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا۔ کہ ایک وقت ہوگا جب کہ تم کو تمہاری قوم تمہارے وطن سے باہر نکال دیگی۔ اور مکہ سے تمہیں ہجرت کرنی پڑے گی اس کے بعد سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کو نماز پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ اُس کے بعد متواتر آنحضرتؐ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔۔۔ سورہ مزمل میں شب بیداری اور قیام لیل کا حکم ہوا اور

سورہ مدثر میں اللہ تعالےٰ نے ان احکام کی تعمیل کے لئے ارشاد فرمایا یاایھا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر۔ وثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر۔ ولربک فاصبر۔ اے خلوت نبوت سے متلبس تعمیل احکام کے لئے کھڑا ہو جا۔ اور اپنی قوم کو آنے والے غضب سے ڈرا اور اپنے رب کی عظمت اور کبریائی بیان کر۔ اور اپنا لباس پاک صاف رکھ۔ اور ہر قسم کی روحانی اور جسمانی خباثت سے الگ رہو اور تبلیغ رسالت یا کسی شخص پر احسان اس خیال سے نہ کر کہ تجھے اُس کا عوض ملے اور اپنے رب کے لئے تمام دُکھ جو اُس کے رستہ میں آئیں برداشت کر۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد آپ کا غلام زید ایمان لایا۔ پھر حضرت علیؓ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کو آپ نے دعوت کی۔ اور کامیاب ہوئے۔ ابوبکر خاندان قریش میں بڑے امیر اور ذی وجاہت تھے۔ اُس وقت مکہ کے اور لوگ بھی حضرت ابوبکر رضؓ کی وعظ و ہدائت سے مشرف باسلام ہوئے +

آنحضرت صؐ کے صداقت کے دلائل میں سے بڑھکر ایک یہ دلیل ہے۔ کہ سب سے پہلے جو لوگ آپ پر ایمان لائے۔ وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے۔ اور آپ کی عادات سے خوب واقف تھے۔ اگر معاذاللہ یہ مرد اور عورتیں جو نہائت شریف القوم اور فہمیدہ سنجیدہ تھیں۔ ذرا بھی مکروفریب یا ریاکاری یا تصنع کا شائبہ آپؐ کی زندگی میں پاتیں۔ تو آپ کو تہذیب اخلاق و اصلاح بنی آدم کی جسقدر آرزوئیں تھیں۔ خاک میں مل جاتیں۔ ان لوگوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب اور صدمات اُٹھائے۔ اور کیسی کیسی عقوبات جسمانی

اور آلام روحانی کے متحمل ہوئے - اور اپنی قوم وقبیلہ سے خارج کردئے گئے - یہاں تک کہ موت کے مونہہ میں پڑنا گوارا کیا - مگر آپ کی رسالت پر جو اُن کو پکا یقین تھا - اُس میں ذرا بھی لغزش اور جنبش نہ آئی +

طامس کارلایل صاحب اپنے دوسرے لکچر میں لکھتے ہیں کہ محمد صاحب کا تمام حوصلہ یہی تھا - کہ راستبازی سے دنیا میں گذران کریں - انکا شہرہ جمیل یعنی اُن کی جان پہچان والوں کا حسن ظن اُن کے حق میں کافی تھا - ابھی وہ کھولت کے سن تک نہ پہونچنے پائے تھے - کہ اُن کی تمام خواہشیں بجھ گئی تھیں - اور جو کچھ اُن کا اس دنیا میں حصہ تھا - وہ یہی تھا کہ روز بروز اُن میں صلح اور آشتی بڑھتی جاتی تھی -

راڈویل صاحب مترجم قرآن اپنی ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ دلایل سے ثابت ہے کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے - کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بُت پرستی سے چھوڑا دیں - اور یہ کہ نہایت مرتبے کی آپ کی خواہش یہ تھی - کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید آلہی کا جو اُن کی روح پہ بدرجہ غائیت مستولے ہو رہی تھی اشتہار کریں -

علانیہ دعوت اسلام

سنہ ۲ بعثت سے سنہ ۱۳ تک

ابتداء بعثت میں آنحضرتؐ اسلام کی دعوت پوشیدہ طور پر کیا

کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی فاصدع بما تؤمر جو کچھ
تجھے حکم ہوتا ہے۔ اُسے علانیہ اور صاف صاف بیان کر۔ تب آپ
نے اسلام کی دعوت علانیہ شروع کی۔ اور توحید کی خوبیاں اور بت پرستی
اور کفر و شرک کی بُرائیاں بڑے زور و شور سے بیان کرنے لگے آپکا وعظ
بڑا فصیح اور نہائت ہی اعلےٰ درجہ کا پُر اثر ہوا کرتا۔ چنانچہ مشہور مورخ
سر ولیم میور صاحب اپنی تاریخ محمدؐی میں لکھتے ہیں کہ چونکہ آنحضرتؐ
کو اپنی رسالت کا نہائت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا۔ اس لئے آپکی
طرف سے اس دین کی نصیحتوں میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی
اور چونکہ فصاحت میں بھی آپ کو کمال تھا۔ لہذا آپ کا کلام عربی زبان
میں نہائت خالص اور بغائت ناصحانہ تھا۔ اُن کے ملکہ زبان
آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا۔ اور اُن کے زندہ خیالات
نے قیامت اور روز جزا اور نعمائی بہشت اور عذاب جہنم کو سامعین
کے نہائت قریب تر بلکہ پیش نظر کر دکھلایا۔ معمولی گفتگو میں آپ
کا کلام مفصل اور قوی تھا۔ مگر ہنگام وعظ آپکی آنکھیں سرخ اور
آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی۔ اور تمام جسم آپ کا ایسی حالت جوش
و خروش میں ہو جاتا تھا۔ کہ گویا آپ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے
کی خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ غنیم دوسرے روز یا اُسی شب کو اُن پر
آپڑے گا۔ اور ہم اس کو بھی بہ استعدی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ پہلے
محمدؐ کا اعتقاد تھا۔ یا باور کر لیا۔ کہ اُن کی مکاشفات خدا کی
جانب سے ہوتے ہیں آپ کے مکہ میں رہنے کے زمانے میں
تو یقیناً کوئی ذاتی اغراض یا نالائق اسباب اس نتیجہ کے بطلان میں

پار نہیں جاتے۔ وہاں پر تو آپ جیسا خود بھی کہتے تھے بشیر و نذیر تھے +

ڈاکٹر اے سپرنگر اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ تیز فہم اور نہایت درجے کے عالی نظر تھے۔ صاحب رائے صائب اور عالی مذاق تھے۔ گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر بہت کرکے تو شاعر تھے اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اس کے عمدہ فضائل ہیں۔ ان کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ دن کو نکلتے ہوئے آفتاب برستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک اور پانی کی آواز اور پرندوں کے نغموں میں خدا کی آواز سنائی دیتے تھے۔ اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے" +

جو وقت حضورؐ نے علانیہ دعوت اسلام شروع کی اور بت پرستی کی برائیاں کرنے لگے۔ قریش کے بت پرست اور تمام قبائل عرب آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور طرح طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ چنانچہ آپ کو شاعر ساحر۔ مفتری۔ کذاب کاہن وغیرہ القاب سے یاد کرنے لگے درحالیکہ اسی زبان سے پہلے آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے +

جب آپ پر آیت وانذر عشیرتک الاقربین۔ اپنے قومی

رشتہ داروں کو بھی غضب الٰہی سے ڈرانا نازل ہوئی۔ تو اُس وقت آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلہ کے تمام لوگوں کو نام بنام پکارا جب سب لوگ حاضر ہو گئے۔ تو آپؐ نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اگر تم کو میں اس بات کی خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک خطرناک دشمن تمہیں قتل کیا چاہتا ہے تو تم میری اس بات کو باور کرو گے یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم ضرور اس بات کو باور کریں گے۔ اس لئے کہ ہم نے آجتک تیری زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہی نہیں +

اُس وقت آنحضرتؐ نے نہایت ہمدردانہ الفاظ میں فرمایا۔ کہ اگر میرے کہنے کا ایسا ہی یقین ہے تو انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ میں تم کو اُس عذاب الٰہی سے جو تم پر وارد ہونے والا ہے اُس کے آنے سے پہلے ہی ڈراتا ہوں۔ اگر خدا پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ غضب الٰہی تم پر سے ٹل جائیگا۔ ورنہ سب کے سب ہلاک اور تباہ ہو جاؤ گے +

یہ سُن کر سب کفار آپؐ کو جھوٹا کہنے لگے۔ اور ابولہب نے جو آپ کا چچا تھا۔ یہ بھی کہا کہ دیوانہ ناحق پکارتا ہے۔ اور ساتھ ہی پتھر اُٹھا کر آنحضرتؐ کی طرف پھینکا۔ اور کہا تبالک سائر الیوم لھٰذا جمعتنا۔ سارے دن تجھے خرابی ہو۔ ہمیں اسی کلام کے لئے بلایا اور اکٹھا کیا تھا۔ اور سب اِدھر اُدھر چلے گئے +

یہ تو ابولہب کی عداوت کا حال تھا۔ اور اُس کی بیوی کا یہ حال تھا۔ کہ ہر روز جنگل سے کانٹے اُٹھا لاتی۔ اور آنحضرتؐ کے راستے میں

بکھیر دیا کرتی - چونکہ ہمسائی تھی - اس لئے اس کا داؤ اکثر چل جاتا - آنحضرت ؐ نہائیت کشادہ پیشانی سے اُن کانٹوں کو راستہ سے ہٹا دیتے - اور فرماتے - کہ یہ کیا حق ہمسائگت ہے جو تم ادا کرتی ہو - اس عورت کا نام اسی وجہ سے حمالۃ الحطب (لکڑیاں اُٹھانے والی) پڑگیا - اور خدا نے بھی قرآن شریف میں اس کو اسی لقب سے یاد کیا +

اس کے بعد ہجرت تک آپ ؐ کی زندگی کے متعلق جو کچھ قابل ذکر ہے - یہی ہے کہ آپ کو بے حد اور بے انتہا تکالیف کفار عرب کی طرف سے پہونچیں - قریش دن رات آپ ؐ سے نہائیت بد سلوکیاں کرتے - اور طرح طرح کے ظلم و ستم سے آپکا اور آپکے جان نثار صحابہ رضؓ کا دم ناک میں کر دیا موسم حج میں جب آپ وعظ کیا کرتے ابو لہب آپ کو پیچھے سے پتھر مارا کرتا - یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کے ٹخنے اور قدم زخمی ہو گئے اور ان سے خون جاری ہو جاتا +

ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے کئی آدمی آپ پر لوٹ پڑے ایک شخص نے آنحضرت ؐ کی چادر کا کونا لے کر حضرت ؐ کے گلے میں پھندا دے دیا - یہانتک کہ حضرت ؐ کا دم گھٹ گیا حضرت ابو بکر آپ کو چھڑانے لگے - تو اُنکی ڈاڑھی پکڑ کر ان کو ایسا مارا - کہ بیہوش کر دیا +

ایک دفعہ آپ ؐ سجدہ میں تھے - کہ ایک کافر نے آپ کی پیٹھ پر اوجھری ڈال دی - اسی طرح بارہا آپ کے ہمسائے نماز پڑھنے کی حالت میں اور کھانا کھانے کے وقت اوپر غلاظتیں ڈال جایا کرتے

راستوں میں کانٹے بکھیرتے جب آپ باہر نکلتے۔ تو کفار مکہ آپ پر کنکر پتھر مارتے۔ حرم کعبہ میں نماز پڑھتے۔ تو آنے جانے میں سخت مزاحم ہوتے۔ اور قرآن مجید کو پڑھتے سن کر غل مچاتے اور اس کے الفاظ میں اپنے الفاظ ملا دینے کی کوشش کرتے چنانچہ ایک روز آنحضرت حسب معمول نماز میں سورہ والنجم پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر افرائیتم اللات والعزےٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ (بھلا لات وعزےٰ یا تیسرا منات سب سے گیا گذرا بھی کوئی خدائی کرشمہ دکھا سکتے ہیں) تو شیاطین قریش میں سے ایک شیطان نے اس خیال سے کہ مبادا آگے ہمارے بتوں کی ہجو کریں۔ بہ تبدیل آواز یہ شیطانی کلمات پڑھ دیئے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ (یہ بت بڑے عالی قدر ہیں۔ اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ تاکہ سامعین کو دھوکہ ہو آپ لات وعزےٰ کی تعریف فرماتے ہیں۔ آپ کے کھانا پکنے کی ہنڈیا میں.....
اونٹ کی اوجھری کے ٹکڑے لا کر ڈال دیتے تھے۔ راہ چلتے میں سر مبارک پر خاک ومٹی اور کوڑا کرکٹ پھینکتے۔ اور برا بھلا کہتے۔ اور گالیاں دیتے تھے۔ آپ کا نام بجائے محمدؐ کے مذمم رکھ چھوڑا تھا۔ اور باہم سخت عہد کر لیا تھا۔ کہ کوئی شخص آپ کے پاس نہ بیٹھے نہ آپ کی بات سنے۔ چنانچہ ایک روز عقبہ بن معیط نامی ایک کافر آپ کے پاس آن کر بیٹھا۔ اور قرآن مجید سنا۔ تو اس کے دوست ابی بن خلف نے اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو محمدؐ کے پاس جاکر بیٹھا۔ اور اس کی باتیں سنی ہیں۔ میں تیری صورت دیکھنی نہیں چاہتا

کیا تجھ سے نہ ہو سکا۔ کہ تو اُس کے منہ پر تھوک دیتا۔ چنانچہ اُس دشمنِ خدا بیھے عقبہ نے ایسا ہی کیا۔

الغرض ایذا رسانی و تکلیف دہی کا ایک سلسلہ قایم کر لیا تھا۔ اور یہ عہد کر لیا تھا۔ کہ جہانتک ممکن ہو۔ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ چنانچہ اُن بیچارے مسلمانوں کو جنکا کوئی مددگار نہ تھا مشکیں باندھ کر اول خوب مارتے۔ اور پھر ٹھیک دوپہر کی تیز و تند دھوپ میں اُس جلتی بلتی زمین پر جس کا نام رمضا ہے۔ بھوکا پیاسا کبھی اوندھا اور کبھی سیدھا لٹا دیتے۔ اور بڑے بڑے بھاری پتھر چھاتی پر رکھدیتے۔ جن کے بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی۔ اور کہتے۔ یا تو محمدؐ اور اُس کے خدا کو گالیاں دو اور ہمارے بتوں کی تعریف اور اُن کے پوجنے کا اقرار کرو ورنہ اسی طرح عذاب دے دیکر مار ڈالیں گے۔ چنانچہ بعض چند ایک آدمیوں کے غصہ سے ڈر کے مارے اُسوقت منہ سے ایسے کلمات کہدئے۔ مگر دل سے ایمان پر قائم رہے۔ اور پیچھے سخت پچھتائے۔ باقی سب آدمیوں نے تکلیف و اذیت کی کچھ پروا نہ کی۔ جان دیدی۔ مگر ایمان نہ چھوڑا چنانچہ انہی میں سے حضرت عمارؓ اور اُن کے والد یاسر اور والدہ سمیہ ہیں جنکو بدبخت ابوجہل نے جس عذاب سے مارا ہے۔ اُس کے لکھتے ہوئے قلم کو لرزہ ہوتا ہے یعنی اُس ظالم نے جب حضرت یاسرؓ کو نہایت درجہ کی تکلیف و اذیت دی۔ اور اس پر سمیہ نے اُس کو ڈانٹا تو اُس بے حیا نے طیش میں آکر حربہ جو اُس کے ہاتھ میں تھا اس پاک دامن بی بی کی شرمگاہ میں مارا۔ اور جان سے مار ڈالا۔

اسلام میں یہ اول شہید تھیں - جنہوں نے اپنے ایمان پر اپنی جان کو قربان کر ڈالا - یاسر بھی دکھ پاکر داخل جنت ہوئے - عمار کی مشکیں باندھ کر کبھی مکہ کی جلتی تپتی اور ریتلی اور پتھریلی زمین پر ڈالدیا جاتا - اور چھاتی پر ایک بھاری پتھر رکھدیا جاتا - اور کبھی پانی میں غوطے دیئے جاتے تھے - مگر اُن کا دل بدستور ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں ڈوبا ہوا تھا - یہ بزرگوار ایسا پکا اور سچا ایماندار و جان نثار تھا کہ کسی ایک لڑائی میں بھی جو آنحضرت ؐ کو اسلام کے بچاؤ کے لئے دشمناں دین سے پیش آئیں - آپ کی رکاب سعادت انتساب سے جدا نہیں ہوا - یہی حال جناب بن ارت کا تھا - کہ برہنہ کر کے نہایت گرم زمین پر ڈالدیا جاتا - اور آگ سے گرم کی ہوئی پتھر کی بڑی کتلیں چھاتی پر رکھدی جاتیں - اور سر کے بال کھینچ کھینچ کر گردن مروڑی جاتی - مگر اُس کو آنحضرت کی محبت میں ان تکالیف کی سر مو پرواہ نہ تھی - اس کے سوا کوئی معرکہ ایسا نہ تھا - جو رسول ؐ کو دشمنان خدا سے پیش آیا ہو - اور یہ اُس میں غیر حاضر رہا ہو - صہیب بن سنان کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی - مگر اُس نے بھی ایمان کے مقابلہ میں اُس کو ہیچ جانا - اور ہجرت کے لئے جب تیار ہوا - اور قریش نے قید کرلیا - تو جو کچھ مال و زر پاس تھا - سب اُن کو دیدیا اور وطن کی محبت پر خاک ڈالکر مدینہ کو چلتا بنا - جناب رسول خدا کے موذن حضرت بلال بن رباح کی تکلیفات اور مصائب بھی کچھ کم تحسین اور آفرین کے لائق نہیں جو امیہ بن خلف کے غلام تھے - اور جن کو یہ شخص بوجہ اسلام قبول کرنے کے گرم ریت اور پتھروں پر لٹایا کرتا

اور اسلام کے چھوڑنے پر سخت مجبور کرتا۔ اور اس وقت تک اُن کا یہی حال رہا۔ جب تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اُن کو مول لے کر اُس ظالم کے پنجہ سے نہیں چھوڑایا حضرت بلال بن رباح بھی تمام معرکوں اور تکلیفوں میں آخر تک انحضرت صلعم کے شریک رہے عامر بن فہیرہ نے بھی نہایت سخت اذیتیں اُٹھائیں اور یہ ایسا مستقیم العقیدہ اور پکا ایماندار تھا کہ جب انحضرت صلعم نے قریش کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر ترک وطن فرمایا۔ تو اس مرد آزما سفر میں برابر خدمت کرتا گیا اور بدر و اُحد کی سخت خونریز لڑائیوں میں جن میں ہزاروں مشرکین بڑے کروفر سے اسلام کے استیصال کے لئے مکہ سے چڑھ کر آئے تھے۔ نصرت دین حق میں جسم وجان سے مصروف رہا۔ اور جنگ بیر معونہ میں جب عین شباب میں نیزہ کھا کر شربت شہادت سے سیراب ہوا۔ تو یہ ایمان وایقان میں ڈوبے ہوئے الفاظ زبان پر تھے فزت ورب الکعبہ کعبہ کے رب کی قسم میں اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔ ابو فکیہہ جو اسم بامسمےٰ افلح تھا۔ اُس مظلوم کی بابت کیا بیان کیا جائے۔ کہ اگرچہ پاؤں میں رسی باندھکر مکہ کی انگاریوں جیسے گرم پتھریوں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ مگر اُس کے پائے ثبات کو مطلق لغزش نہ تھی۔ اور ہرچند گلا گھونٹ کر ادھ موا کر دیا جاتا اور ایک ایسا بھاری پتھر چھاتی پر رکھدیا جاتا۔ کہ بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی تھی مگر کیا ممکن ہے کہ کوئی کلمہ خلاف ایمان منہ سے نکلے +

اس موقعہ پر مسٹر کارلائل صاحب مشہور فلاسفر فرماتے ہیں کہ پس

ہم محمدؐ کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور تھی باطن شخص تھا۔ اور نہ ہم اس کو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ دانستہ منصوبے گانٹھنے والا کہہ سکتے ہیں۔ جو سخت و کرخت پیغام اس نے دنیا کو دیا۔ بہر حال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اور اگرچہ وہ ایک غیر مترتب کلام تھا۔ مگر اس کا مخرج وہی ہستی تھی جس کی تھاہ کسی نے بھی نہیں پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے۔ نہ اعمال ہی اور نہ خالی از صداقت یا کسی کی نقل و تقلید تھے حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا۔ جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دنیا کو منور کرکے کو نکلا تھا۔ اور بے شبہہ اس کے لئے امر ربانی یونہی تھا۔ (از ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ)

نہ صرف یہ دھمکیاں اور تکلیفات اور ایذائیں ہی آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ رضہ کو دی جاتی تھیں۔ بلکہ کفار لالچ۔ طمع اور ترغیبات بھی آنحضرت کے سامنے پیش کرتے۔ تاکہ کسی طرح بت پرستی کی مذمت اور توحید کی اشاعت سے باز آجائیں۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے پنچائیت کرکے آنحضرتؐ کو بلایا۔ اور کہا کہ دیکھ تیرے سبب سے قوم میں تفرقہ پڑ گیا۔ اور تو نے ہمارے بزرگوں کو دوزخی ٹھہرایا۔ ہمارے معبودوں کو سخت سست کہا۔ تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے؟ مال چاہو۔ تو اسقدر چندہ جمع کر دیں۔ کہ ساری قوم سے تم ہی زیادہ مالدار بن جاؤ۔ شرف و جاہ مطلوب ہے۔ تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیں بادشاہت چاہتے ہو۔ تو تم کو اپنا بادشاہ بنا لیں۔ اور جو چاہو سب کچھ حاضر ہے۔ مگر یہ بت پرستی کی مذمت اور توحید کا وعظ چھوڑ دو۔

آنحضرتؐ نے۔ نہائت سادگی اور متانت کے ساتھ جواب دیا۔ کہ ان سب باتوں میں سے میرا کوئی بھی مقصد نہیں میری شان اس سے اعلےٰ وارفع ہے کہ تم سے مال وحشمت کا طلبگار بنوں میں نال وعظمت دنیادی کا خواہاں نہیں۔ میں صرف بشیر ونذیر ہوں اگر قبول کر دگے تو دنیا و دین میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اگر نہ مانو تو میں صبر کرونگا یہاں تک کہ اللہ آپ مجھ میں اور تم میں فیصلہ کر دے اور حق و باطل میں امتیاز کر دے غرض کہ کفار قریش نے کسی طرح کی ترغیبات وترہیبات پیش کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ آپ کے پائے ثبات کو کسی ترغیب یا ترہیب لالچ یا ڈر سے مطلق جنبش نہ ہوئی۔ اور نہائت ہی پاک اور بے عیب اور مستقل رہے +

آنحضورؐ کی بے غرضی۔ بے نفسی۔ پاک باطنی۔ اتقا اور خدا کے لئے تبلیغ کرنے کا اقرار دُنیا بھر کے اس متعصب عیسائی کو بھی اپنی تواریخ محمدؐی میں کرنا پڑا جس کا نام عماد الدین ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ ایک دفعہ عتبہ نے آنحضرتؐ کے پاس جا کر کہا کہ تو شریف آدمی ہے تو نے ہمارے درمیان یہ کیا بات اُٹھائی ہے ہمارے معبودوں کو کیوں طعن کرتا ہے۔ باپ دادوں کو کیوں بے عزت کرتا ہے دیکھ سارے عرب میں مشہور ہو گیا۔ کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے۔ وہ کیا سبب ہے جس سے تو اس کام کے درپے ہوا ہے اگر تجھے کوئی حسین عورت مطلوب ہے۔ تو جس عورت کو چاہے ہم تیری جورو بنا دیں۔ اگر بھوکا ہے تو تیرے لئے چندہ جمع کر کے ہم مال جمع کر دیں۔ اگر تیرا ارادہ بادشاہی کرنے کا ہے تو ہم تجھے بادشاہ

لے مفصل حالات مطلوب ہوں تو کتاب مواہب لدینہ کا مطالعہ کرنا چاہیے +

بنالیں اور جو کسی بیہودہ خواب وخیال نے دبالیا ہے اور اُسے دور نہیں کر سکتا ۔ تو کوئی طبیب معالج بلادیں تاکہ تیرا معالجہ کرے محمدؐ نے یہ سب سن کر کچھ قرآن کی نصیحت آمیز باتیں سنائیں ۔ جو بُت پرستوں کی تعلیم سے بہت افضل تھیں اس لئے عتبہ چپکا چلا گیا ۔ اور قریش کے سامنے محمدی نصیحت کی تعریف کی ۔ کیونکہ ضرور اُن کے دین کی نسبت محمد صاحب نے اچھا دین نکالا تھا"+

یہ واقعی بڑا امتحان اور سخت مصیبت کا وقت تھا ۔ ایک طرف آپ کو قسم قسم کی دھمکیاں اور ڈر دیئے جاتے تھے ۔ دوسری طرف طرح طرح کی ترغیبات اور لالچ پیش کئے جاتے تھے ۔ آپ کے جان نثار صحابہؓ جدا مصائب اور تکالیف کا نشانہ بن رہے تھے ۔ اور یہانتک آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ آگرے ہوئے تھے ۔ کہ جب تک ایک پاک نفس ۔ اور خدائی آدمی الٰہی استقلال دکھلانے والا نہ ہو ۔ ہرگز پایدار اور ثابت قدم نہیں رہ سکتا +

آپ نے کوئی ترغیب کوئی ترہیب ہرگز نہیں مانی ۔ اور اپنے خداوند کریم پر پورا بھروسا کیا ۔ اپنی قوم کی استہزا وتضحیک دکھ اور ایذا کو نہایت صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا اور اپنی قوم کی سچی خیر خواہی میں برابر لگے رہے +

ہجرت حبشہ

۵ سنہ بعثت

جب آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ کا یہ حال ہو رہا تھا ۔ تو وہ رسولِ

اپنے تابعین کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا متحمل نہ ہو سکا اجازت دی
کہ میرا جو حال ہو۔ سو ہو۔ تم میں سے جس کا جی چاہے۔ مکہ چھوڑ کر کہیں نکل
جائے۔ چنانچہ آپؐ کے ارشاد کے بموجب کسی قدر لوگ مکہ سے ہجرت
کر کے ابی سینیا میں چلے گئے۔ جہاں ایک عیسائی بادشاہ حاکم تھا۔
جس کا لقب نجاشی تھا۔ نجاشی نے اُن لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ
دی اور آرام سے رکھا۔ کفارِ مکہ اس بات سے جل گئے۔ چنانچہ
انہوں نے پیچھے سے نجاشی کے پاس ایلچی بھیجے۔ تاکہ ان فراریوں
کو اپنے پاس جگہ نہ دے۔ اس لئے کہ یہ لوگ بدعتی ہیں۔ جنہوں نے
اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو روبرو بلا کر
پوچھا۔ کہ کیا یہ الزام سچ ہے۔ جو دشمنوں نے تم پر لگایا ہے۔ اور اُن سے
سوال کیا۔ کہ وہ نیا دین کیا ہے جس کی خاطر تم نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا
جعفر بن ابی طالبؓ نے کہ حضرت علی رضؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ مسلمانوں کی طرف
سے یہ سپیچ کی:-

اے بادشاہ! ہم جہالت اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے
ہم بتوں کو پوجتے تھے۔ اور مردار کھاتے تھے۔ اور فحش بکتے تھے۔ اور
کوئی صفت انسانیت کی ہم میں نہ تھی۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل عمیم
سے اپنا پیغمبر بھیجا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ جس کی
شرافت نسب اور صدق مقال اور تدین اور صفائی باطن سے ہم خوب آگاہ
ہیں۔ اُنپر اپنا کلام پاک نازل فرمایا۔ وہ ہم کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ خدا
کو ایک مانو۔ اس کا کسی کو شریک نہ گردانو۔ بتوں کی پوجا نہ کرو۔ سچ بولا
کرو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ اور اپنے ابنائے جنس پر رحم کرو۔ پڑوسی

کے حقوق کی نگہداشت کرو۔
عورت کی عزت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ تقوے اور طہارت اختیار کرو۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ ہم اُن پر ایمان لائے ہیں اور اُن کے احکام ونصایح کو قبول کر لیا ہے۔ خاص کر اس حکم کو کہ صرف ایک ہی اللہ کی پوجا کرو۔ اور لکڑی پتھر وغیرہ کے بتوں کی پوجا نہ کرو۔ صرف اسی ایک بات پر انہوں نے ہم کو ایسی ایذائیں دیں۔ کہ ہم کو کہیں پناہ نہیں ملی۔ آخر کو تیرے ملک میں آکر پناہ لی ہے۔ اُمید ہے۔ کہ آپ ہم کو اُن کے ظلم وستم سے نجات دینگے"+

نجاشی نے کہا۔ کہ جو کلام تمہارے نبی پر اترا ہے۔ اچھا اُس میں سے تو کچھ پڑھو۔ حضرت جعفر رضہ نے سورہ مریم ابتدا سے پڑھی۔ یہانتک کہ جب اُس مقام پر پہونچے۔ جہاں حضرت مریم کو خطاب الٰہی ہوتا ہے فکلی واشربی وقری عینا پس کھا اور پی اور اس بچہ (عیسیٰ) کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ نجاشی بادشاہ کو اس پر کمال رقت ہوئی یہاں تک کہ آنسو اُس کی ڈاڑھی پر بہے اور کہا کہ یہ کلام اور جو کلام موسیٰؑ پر اُترا تھا دونوں کی روشنی ایک روشندان سے ہے۔ اور اہل اسلام سے کہا کہ بخوشی خاطر میرے ملک میں رہو اور سفیروں کو جواب دیدیا+

حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضہ کا اسلام لانا
سنہ ۶ بعثت

انہی دنوں میں حضرت حمزہ اور حضرت عمر بن خطاب جو کفار میں بڑے زبردست اور ذی عزت آدمی تھے مسلمان ہو گئے حضرت عمر رضہ

اگرچہ اسلام لانے سے پیشتر اسلام کے ایسے دشمن تھے۔کہ آنحضرت کی زندگی کے درپے تھے۔چنانچہ یہ آنحضرت کا سر ہی کاٹنے آئے تھے۔کہ آپ پہ فدا ہو گئے۔ مگر اسلام لانے کے بعد مذہب اسلام کے پرلے درجے کے حامی اور معاون ہوئے جب تک زندہ رہے بڑے بڑے مقدمات میں آنحضرت کے شریک رہے۔بہت سی لڑائیوں میں نام پایا۔اور تمام فتوحات اسلام کی جان رہے۔چنانچہ ایک عیسائی لکھتا ہے کہ یقیناً جو چند اشخاص مثل حضرت عمر وغیرہ کی بلا کسی غرض نفسانی کے شروع میں مسلمان ہوئے۔ ان کو اس قدر فضل ربانی بلاشبہ عطا ہوا۔ اور اسی واسطے جا بجا قرآن میں مذکور ہے کہ قدر قرآن وہی اہل عرب جانیں گے۔ جو متقی ہیں۔اور انہی کو قرآن سے نفع ہے۔ نہ یہ کہ سخت دل ناخدا ترسوں کو لنتھے اور ایک عیسائی لکھتا ہے۔کہ باوجودیکہ محمدؐ اور عیسےٰ کی ابتدائی تاریخوں میں ایسے حالات ہیں۔جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں۔جن میں بالکل اختلاف ہے مثلاً عیسےٰ کے اوّل بارہ مریدوں کو ناتربیت یافتہ اور کم رتبہ مانا گیا ہے۔بخلاف محمدؐ کے اوّل مریدوں کے بجز آپ کے غلام کے سب بڑے ذی عزت تھے۔اور جب وے لوگ خلیفہ اور افسر افواج اسلام کے ہوئے تو اُس عہد میں جو کچھ اعمال انہوں نے کئے اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں اوّل درجہ کی لیاقتیں تھیں اور غالباً ایسے نہ تھے کہ بآسانی دھوکا کھا جائے +

آنحضرتؐ کا شعب ابی طالب میں تین سال محصور ہونا

سنہ ۷ سے سنہ ۱۰ تک

قریش کے سفیر سفارت حبشہ سے بالکل ناکام آئے اس وجہ سے کفار قریش کو سخت ندامت ہوئی وہ آگے سے زیادہ آنحضرتؐ کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ و عمرؓ جیسے زبردست آدمی بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور دن بدن مسلمان بڑھتے جاتے ہیں۔ تو ان کو سخت طیش آیا۔ اور انہوں نے قطعی ارادہ کر لیا۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ نہایت جلد آنحضرتؐ کا استیصال کیا جائے چنانچہ ایک دن تمام قریش نے متفق ہو کر حضرت ابوطالب سے التجا کی۔ کہ یا تو اپنے بھتیجے محمدؐ کو پکڑ کر ہمارے حوالہ کر دیا اس کو کہدو۔ کہ بت پرستی کی مذمت نہ کرے۔ ابوطالب نے آنحضرتؐ کو بلا کر قریش کا یہ پیغام پہونچایا۔ اور کہا کہ اب اس سے زیادہ تمہاری حمایت کی مجھ میں طاقت نہیں۔ آنحضرت صلعم نے یہ خیال کر کے کہ اب ضرور ابوطالب مجھے قتل کے لئے حوالے کر دیں گے۔ یہ کہا کہ آپ میری بابت کچھ فکر نہ کریں۔ اگر تمام قریش میرے قتل کا ارادہ کریں۔ اور آفتاب ماہتاب بھی داہنے بائیں ان کے شریک ہوں تو بھی میں اس ارادہ سے ہرگز باز نہ آؤنگا۔ نہ خاموش رہونگا۔ آپ اگر میری حمایت نہیں کر سکتے تو نہ کریں۔ میرا خدا حامی ہے یا میں کامیاب

ہوجاؤنگا۔ یا ناچیز ہوجاؤنگا۔ ابوطالب نے آنحضرت کا یہ فوق العادہ استقلال دیکھ کر یوں کہا۔ کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔ جب تک میری جان میں جان ہے۔ تمہاری حفاظت میں دریغ نہیں کرونگا۔ اس لئے کچھ مدت تو ابوطالب کی سطوت کی وجہ سے آنحضرت کو زیادہ تکلیف نہیں پہونچی۔ مگر ابوطالب کے مرنے کے بعد دسویں سال بعثت کے جب ابوسفیان مکہ کا حاکم ہوا۔ جو آنحضرتؐ کا خطرناک دشمن تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو اُس وقت اور اُس کے بعد فتح مکہ تک جو اذیتیں پہونچائیں۔ تمام تواریخ دانوں پر اظہر من الشمس ہیں +

مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب اس موقعہ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ کلام اور یہ چلن ایک جھوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا جب قریش نے دیکھا۔ کہ عمرؓ بھی مسلمان ہوگیا۔ اور اس مذہب کا چرچا پھیلتا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں نے ملک حبشہ میں ہجرت کرکے اس کو اپنا مامن بنالیا۔ تو تنگ آکر آنحضرتؐ کے مارنے کا مضبوط ارادہ باندھا۔

ابوطالب نے یہ خبر سن کر بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم کے لوگوں کو جو اُس کے خاندانی تھے۔ جمع کیا۔ اور اُن کو لے کر اُس غار میں جس کو شعب ابی طالب کہتے تھے۔ حفاظت کے لئے معہ آنحضرتؐ جا رہا۔ قریش نے جب یہ حال دیکھا۔ تو جمع ہوکے ایک کاغذ عہدنامہ کے طور پر لکھا۔ کہ ہم سب قریش آئندہ کو ہمیشہ بنی عبدالمطلب سے جدا رہیں گے۔ نہ اُن میں رشتہ اور نہ نکاح کریں گے۔ نہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نہ اُن سے کوئی معاملہ کریں گے۔ اور نہ اُن کو اس سرزمین میں نفع لینے دیں گے۔ مگر اُس وقت کہ محمدؐ مارا جائے یہ اقرار نامہ

لکھ کر بغیر مہر کے کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اور اُس شعب میں جا کر ابوطالب کا محاصرہ کیا۔ جو کوئی اُس شعب سے باہر آتا جاتا تھا۔ اُسے خوب مارتے تھے۔ اور کوئی چیز بازار سے خرید کرنے نہ دیتے تھے۔ بعض لوگ جن کے خاص رشتہ دار وہاں بند تھے اُن کے لئے خفیہ کھانا بھیجا کرتے تھے۔ تین سال تک یہی حال رہا۔ جب یہ لوگ محاصرہ میں پڑنے سے تنگ آ گئے اور اُنکے بال بچے بھوکے پیاسے رونے لگے۔ بعض کو رشتہ داری کے سبب رحم آیا۔ تب چند اشخاص قریش نے مل کر عہد نامہ توڑا۔ اور انکو وہاں سے نکال کر شہر میں لائے۔ تب بنی عبد المطلب اپنے گھروں میں آ گر بسے +

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال

سنہ ۱۰ بعثت میں اپنی تکالیف اور مصائب کے ایام میں ایک اور مصیبت آنحضرتؐ پر یہ واقع ہوئی۔ کہ آپ کے چچا ابوطالب انتقال کر گئے اور مصیبت پر مصیبت یہ واقع ہوئی کہ آپ کی محسنہ اور رنجخوار بیوی حضرت خدیجہ رضہ بھی راہی ملک بقا ہوئیں۔ اُن دونوں کی وفات سے آپ کو بڑا رنج ہوا۔ اور اسی لئے اس سال کا نام آپ نے عام الحزن (غم اور رنج کا سال) رکھا + اس وقت آپ نہایت مغموم تھے۔ جس کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو غم گسار آپ کے انتقال کر گئے۔ کفار کا یہ حال کہ ایک دم آپ کو آرام نہیں لینے دیتے اور الحق آپ کا غم اور رنج بجا تھا۔ نہ صرف چند مہینے یا ہفتے یا سال

دو سال بلکہ اکٹھے دس سال سے آپ اس قدر تکالیف اور مصائب کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کہ دنیا میں اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ اس قدر دراز مدت میں ان روحانی اور جسمانی تکالیف مالایطاق پر نظر کی جائے جو آپ اعلےٰ درجہ کے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ تو اندر سے دل خود بخود گواہی دے اٹھتا ہے۔ کہ کوئی ایسا ہی زبردست خیال تھا۔ جو ان صعوبتوں میں آپ کی ہمت بندھاتا رہا۔ وہ کیا خیال تھا۔ اس بات کا کامل یقین۔ کہ میں سچا پیغمبر ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی آتی ہے۔ اور جو وعدہ مجھ سے بار بار کیا جاتا ہے۔ وہ یقیناً حتماً اور جزماً پورا ہو کر رہے گا۔ آپ ہر موسم میں وعظ سنانے کو نکلا کرتے۔ گھر گھر اور قبیلے قبیلے کو پیغام الٰہی پہونچایا کرتے۔ ربیعہ بن صیاد کہتا ہے کہ میں نے بازار ذوالمجاز میں دیکھا ہے۔ کہ آپ لوگوں کے پیچھے پیچھے ان کے ڈیروں میں جاتے اور لوگوں سے فرمایا کرتے۔ کوئی ہے۔ جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے۔ کیونکہ قریش نے تو مجھے میرے رب کا کلام پہونچانے سے روک دیا ہے +

آپ فرمایا کرتے۔ کہ لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربےٰ میں تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ مگر پاس قرابت ہی ملحوظ رکھو اور مجھ کو آزادی سے وعظ کرنے دو + ایک بار آپ کو بیٹھے بیٹھے انہی مصائب کے وقت خیال آگیا۔ کہ اہل مکہ کی طرف سے تو بالکل نومیدی ہو گئی اور ان کی ایذائیں کسی تدبیر سے کم نہیں ہوتیں۔ تبلیغ تک کرنے نہیں دیتے۔ چلو کہیں باہر ہی اسلام کی تبلیغ کریں۔ شاید وہیں کوئی اسلام کا وعظ کرنے دے۔ یہ خیال کر کے آپ طائف کی طرف[۱]

[۱] مفصل حالات مطلوب ہوں تو زرقانی شرح مواہب کا مطالعہ کرنا چاہیئے +

باوجودے کہ مستامن کی حمایت اور مہمانداری عرب کا عام دستور تھا۔

طائف کا سفر

مگر خدائے واحد کی طرف بلانے والے مجرم کو امن کہاں؟ طائف کے رؤسا نے پناہ دینا تو درکنار آمد سن کر چند آوارہ نوجوان لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اُن اوباشوں نے مہمان پر بے دریغ پتھر برسائے۔ گالیاں دیں اور ٹھٹھے مارے۔ آنحضرت کا بدن مبارک زخموں سے چور اور دل ناامیدی سے شکستہ۔ سواد کے ایک باغ میں جا بیٹھے۔ اس وقت رنج و عسرت کے کیسے کیسے خیال آپ کے دل میں آتے ہونگے جن کا تصور کر کے پتھر سے پتھر دل کا کلیجہ بھی پانی ہو جاتا ہے۔ اُس وقت خدا کی طرف سے الہام ہوا۔ کہ اگر تو چاہے تو اس شہر کو ابھی تہ و بالا کر دیا جائے۔ آپ نے معاً یہ عرض کی بل ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لاشریک لہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہی میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا۔ جو خدائے واحد لاشریک کی پوجا کرینگے+

واشنگٹن اورنگ صاحب اپنی تواریخ محمدیؐ کے تیرھویں باب میں ہجرت کی تمہید میں لکھتے ہیں۔ کہ اپنے وطن میں محمدؐ صاحب کے حالات زندگی تیرہ و تاریک ہو چلے خدیجہ جو ان کی اصلی محسن اور تنہائی اور خلوت کی انیس اور آپ کی رسالت کی بچی معتقد تھیں۔ وہ تو قبر میں جا سوئیں۔ اور ایسے ہی ابوطالب بھی جو آپ کے وفادار حامی تھے کوچ کر گئے۔ ابوطالب کی حمایت سے محروم رہ کر تو محمدؐ مکہ میں ایک قسم کے اشتہاری مجرم ہو گئے تھے۔ مخفی رہنے پر مجبور ہوئے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی پر گراں بار رہے۔ جو خود ہی اُن کی رسالت کے

اعتقاد سے مصیبتوں میں گرفتار رہتے۔ پس اگر کوئی غرض اُن کا مقصود ہوتی تو اُس کے حاصل ہونے کی کون صورت تھی۔ ابتدائے اظہار رسالت سے دس برس سے زیادہ گذر گئے اور دس برس کی لمبی مُدّت عداوت، تکلیف اور مصیبتوں میں گذری۔ تس پر بھی یہ بات پر جمے رہے۔ اور اب عمر کے ایسے زمانہ میں جب کہ انسان اپنی محنتوں کے ثمرہ کو آرام سے بیٹھ کر کھانے کی توقع میں رہتا ہے۔ نہ کہ آئندہ کے لئے نئی تدبیریں کر کے اسے خطرہ میں ڈالے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی آسائش اور دولت اور دوستوں کو قربان ہی کر چکے تھے۔ اب اپنا گھر اور ملک بھی چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ مگر اپنے مذہب کو نہ چھوڑا +

آنحضرتؐ کے اس فوق العادۃ استقلال کو دیکھ کر سر ولیم میور مؤلف لائف آف محامٹ بھی کمال تعجب کرتا ہے۔ اور آنحضرتؐ کی اس استقامت کو خارق عادت اور بے نظیر قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ ایک لحظہ کے لئے اُس زمانہ پر نظر کریں۔ جب کہ ہر ایک شخص جو شریک حال محمد تھا۔ مکہ میں ذات سے باہر کر دیا گیا۔ اور شعب ابی طالب میں وہ لوگ قید رہے۔ اور وہاں تین یا چار برس تک بغیر توقع افاقت کے محتاجی اور سختی کی برداشت کرتے رہے۔ وہ تو بڑے ہی مضبوط اور قوی اسباب ہوں گے۔ جو اس امر کے باعث ہوئے۔ کہ محمدؐ اُن تمام مخالفتوں اور علانیہ مایوسیوں اور ناکامیوں میں اپنے اصول پر غیر متزلزل قائم رہے۔ جونہی وہ قید سے چھوٹے اپنے شہر سے مایوس ہو کر طائف کو چلے اور وہاں کے فرماں رواؤں رئیسوں کو توبہ کی دعوت کی وہ تنہا اور بے مددگار تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ خدا کا پیغام ہے۔ تیسرے

روز اُس شہر سے لوگوں نے اُن کو ذلت سے نکال دیا۔ پنڈلیوں سے اُن کے خون جاری تھا۔ کیونکہ اہل شہر نے اُن کو زخم پہونچائے تھے۔ وہاں سے چل کر وہ تھوڑی دور پرا ٹھیرے۔ اور خدا کے حضور شکایت کی۔ تب پھر مکہ کو پھرے۔ اور وہاں پھر وہی نا اُمیدی کے کام پر مگر انجام میں کامیابی کے کامل یقین پر مشغول ہوئے۔ ہم کو صفحات دہر میں ایسی مثال کی تلاش عبث ہے۔ کہ جس میں کوئی شخص اس طرز سے جیسے کہ نبی عربی تیرہ برس تک یاس اور خوف اور ابتذال اور اذیت میں مستقیم الایمان رہ کر توبہ کا وعظ کرتا رہا ہو۔ اور خدا کے غضب سے اہلِ شہر کو ڈراتا رہا ہو (لائف آف محامٹ جلد ۲ باب ۷ صفحہ ۳۱۴)

ہجرت مدینہ

سنہ البعثت سے سنہ ۱۳ تک

ملک عرب میں ہمیشہ سے رسم چلی آتی تھی۔ کہ تمام لوگ اطراف و اکناف سے حج کعبہ کو آیا کرتے تھے۔ یہ رسم اُن میں حضرت ابراہیم و اسماعیل کے وقت سے چلی آتی تھی۔ اور اس بات کی یادگار تھی کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل ہی نے اس مقدّس گھر کو تعمیر کیا۔ اور اُنھوں نے ہی حج کے ارکان و آداب مقرر فرمائے۔ اس رسم میں اگرچہ بہت سی افراط تفریط کو دخل ہو گیا تھا۔ مگر ہر سال مقررہ ایام میں اقوام عرب حج کو ضرور آیا کرتیں حضور علیہ السلام تو یہ چاہتے ہی تھے۔ کہ کہیں مجمع ہو۔ تو خدا کا کلام سنائیں

اس موقعہ کو آپ غنیمت سمجھتے۔ اور تبلیغ رسالت فرمایا کرتے نبوت کے گیارھویں سال کچھ آدمی مدینہ سے بھی حج کو آئے۔ اس وقت آپ کو اپنی قوم کی طرف سے سخت مایوسی ہو چکی تھی۔ آپ نے بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ خانہ کعبہ میں تشریف لاکر اسلام کا وعظ کہنا شروع کیا جس کا اہلِ مدینہ پر کمال اثر ہوا۔ اور اُن میں سے چھ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے +

ان بزرگوں نے مدینہ کے یہود سے سُن رکھا تھا۔ کہ عنقریب ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کا مثیل اور اُنہی کی طرح ایک صاحب شریعت ہوگا۔ جس کے ساتھ ہم لوگ ملکر تمام منکرین دین پر فتح و نصرت حاصل کریں گے۔ جب اُنہوں نے آنحضرتؐ کا کلام معجز نظام سُنا تو اُن کو یقین ہو گیا۔ کہ حضور ہی وہی نبی موعود ہیں۔ ایمان لانے میں سبقت کی۔ اور پھر باد بہاری کی طرح نخلستان مدینہ کے خوش نصیب رہنے والوں کے لئے یہ مژدہ جان فزا لیتے گئے کہ سرزمین مکہ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے۔ جو بندگانِ خدا کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے۔ چنانچہ کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں جناب رسالت مآبؐ کا ذکر خیر نہ ہوتا۔ اور کوئی صحبت ایسی نہ تھی۔ جس میں اس نئے دین کا چرچا نہ ہو رہا ہو +

نبوت کے بارھویں سال پانچ اُن نو مسلموں میں سے اور سات اور شخص قبیلہ اَوس و خزرج کی طرف سے مکہ میں آئے اور خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر یہ سات شخص بھی شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور یہ عہد کیا۔ کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنائیں گے۔ چوری نہ کرینگے زنا نہ کرینگے قتل اولاد کے مرتکب نہ ہونگے۔ یعنی نہ اُن کو بتوں پر قربانی چڑھائیں گے نہ غیرت یا افلاس کی وجہ سے قتل کرینگے۔ غیبت اور بدگوئی سے اجتناب کرینگے

اور ہر امر میں خدا کے رسُول کی اطاعت کرینگے - اور رنج و راحت میں شریک حال رہینگے - اور جب وطن کو جانے لگے تو حضور علیہ السلام نے اُن کے حسب درخواست قرآن اور اسلام کی تعلیم کے لئے حضرت مصعب بن عمیر کو اُن کے ساتھ کر دیا - مدینہ میں کلام الٰہی کے وعظ نے یہ اثر کیا - کہ بہت سے لوگ شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر دین حق میں داخل ہو گئے - اور مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر بن گئی +

بنوت کے تیرھویں سال حج کے موقعہ پر حضرت مصعب بن عمیر مکہ کو پھر آئے اور بہت سے مسلمان اُن کے ساتھ حضورؐ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے - بہتر ۷۲ مردوں اور دو عورتوں نے شرف اسلام سے مشرف ہو کر حضور سے بیعت کی اور کہا کہ اگر حضور اور حضورؐ کے اصحاب ہمارے شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں گے - تو ہم حضورؐ کی خدمت گذاری و اطاعت میں کوتاہی نہ کرینگے - اور اگر کوئی دشمن آپ کا مدینہ پر چڑھ آئیگا تو ہم اُس کے دفعیہ میں جان دینے تک سے دریغ نہ کرینگے - اور آپکی اسی طرح حفاظت و حراست کرینگے - جس طرح کہ ہم اپنی اولاد ازواج کی کرتے ہیں - الغرض اُن میں سے ۱۲ - آدمیوں کو آپؐ نے اُن کے اہل قبیلہ کی ہدایت اور ارشاد کے لئے منتخب فرمایا +

اس بیعت کا نام بیعت ثانیہ ہے - اور بارھویں سال نبوت میں جو بیعت ہوئی تھی اُس کا نام بیعت اولیٰ (پہلی بیعت) ہے - کفار مکہ بھی اس حال سے غافل نہ تھے - یہ معاہدہ اگرچہ ایسے وقت ہوا تھا جب کہ رات نے مشرکین مکہ کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا - مگر ایک شیطان مشرک نے جو پہاڑی پر سے دیکھ رہا تھا - اپنے ہم جنسوں کو آگاہ کر دیا - اور وہ

بیش از پیش ایذا دینے کے لئے مستعد ہوئے۔ چنانچہ وہ اُن لوگوں کی تلاش کے لئے نکلے۔ اور اُن بارھوں میں سے صرف سعد بن عبادہؓ اُن کے ہتھے چڑھ گئے۔ اور وہ اُن کو مارتے پیٹتے اور سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مکہ میں لے آئے۔ اور بدبخت ابوجہل نے اپنی خبث طبع کی یہاں تک پیروی کی کہ خود مدینہ کو گیا۔ اور عیاش بن ربیع کو جو اُس کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ کہا۔ کہ تیری ماں تیرے لئے روتی ہے۔ اور کھانا پینا چھوڑ دیا ہے تو مکہ کو چل۔ اور فریب سے مکہ میں لاکر اُسکو قید میں ڈال دیا +

جو زمانہ مابین ان دونوں بیعتوں کے گذرا۔ وہ بھی منجملہ اُن زمانوں کے تھا۔ جو اب تک آپ پر نہایت صعب و شدید گذر رہے تھے۔ اور اُس کے مقابلہ میں جو صبر و ثبات و توکل آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ ایسا بے مثل و بے نظیر ہے۔ کہ سر ولیم میور جیسے شخص کو سوا مان لینے کے چارہ نہیں ہؤا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام اس طرح سے دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہُوئے تھے۔ اور فتح مبین کے منتظر تھے۔ اور ظاہراً بے یار و مددگار تھے۔ اور اُن کے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا۔ تاہم اُن کو اُس قادر مطلق پر بھروسا تھا +

الغرض مشرکین کی آتش عناد بھڑک رہی تھی۔ اور مظلوم مسلمانوں کو نہایت درجہ ستاتے تھے۔ جس سے مجبور ہو کر آنحضرتؐ نے اُن کو یثرب کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ اور بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں یوں یوں اور جس جس طرح پر اُن کو موقعہ ملا۔ آہستہ آہستہ مدینہ کو چلے گئے۔ اور اس طرح سے مکہ کے گھر کے گھر ویران ہوگئے جن کو خالی دیکھکر عتبہ بن ربیعہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ اور قدیم

شاعر کا یہ شعر پڑھا ؎

وکل دارٍ وان طالت سلامتہا
یوماً ستدرکہا النکباء والجوب

یعنی ہر ایک گھر خواہ کتنی ہی مدت تک آباد رہا ہو۔ آخر ایک نہ ایک دن باد حوادث اُس پر چل جائے گی۔ اور خراب و برباد ہو جائیگا۔ اور پھر نہایت اندوہ اور درد کے ساتھ بولا۔ کہ یہ سب کچھ ہمارے اس بھائی کے بیٹے (محمد) نے کیا ہے۔ جس نے ہماری جماعتوں کو پراگندہ اور معاملات کو ابتر اور قوم کو تتر بتر کر دیا ہے ؛

جب حضور ؑ کے اصحاب دو دو تین تین کر کے مدینہ کو چلے گئے۔ تو کفار مکہ کو اندیشہ ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ آنحضرت ؐ بھی مکہ سے نکل جائیں۔ اور پھر کبھی قابو میں نہ آسکیں۔ بہتر ہے کہ کوئی ایسی تجویز کی جائے جس سے ہمیشہ کے لئے قصہ پاک ہو۔ چنانچہ دار الندوہ (کمیٹی گھر) میں اُن کی بڑی کمیٹی بیٹھی۔ اور آنحضرت ؐ کی نسبت مختلف تجاویز سوچنے لگی۔ ایک بڈھا شیطان بھی آبیٹھا۔ جو اپنے تئیں نجد کا باشندہ کہتا تھا اب رائیں پیش ہوئیں۔ سب سے پہلے یہ تجویز ہوئی کہ طوق و زنجیر ڈال کر آپ کو سنگین کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے۔ جیسا کہ پہلے فتنہ پرداز شاعروں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے ٹھیک نہیں۔ بنی ہاشم اور محمد کے تابعین کسی نہ کسی طرح اُن کو آکر چھڑالیں گے۔ ایک شخص نے یہ رائے دی۔ کہ محمد کو یہاں سے نکال دو۔ اور کبھی مکہ میں آنے نہ دو۔ ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ شیخ نجدی بولا یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ محمد کی لسانی اور سحر بیانی

تم کو معلوم ہے۔ وہ جہاں جائیگا۔ خلق کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کریگا اُس کے تابعین اُسکے ساتھ جائینگے۔ اور ممکن ہے کہ سب ملکر ہم پر چڑھ آئیں۔ اور پھر بکھیڑا ہی ہے۔ قوم کے فرعون یعنی ابوجہل نے یہ رائے دی۔ کہ بھائیو۔ جب تک دنیا میں اُس کا وجود باقی ہے۔ اُس سے امن میں نہیں رہ سکتے۔ بہتر ہے کہ قریش کے تمام قبایل میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو۔ اور رات کو سب مجتمع ہو کر محمدؐ کے مکان پر جاکر اکٹھے اُس پر اس طرح گریں۔ کہ گویا ایک ہی شخص نے اسے قتل کیا ہے۔ تاکہ اُس کا خون تھوڑا تھوڑا سب قبیلوں کے ذمے لگ جائے۔ بنی ہاشم تمام قبائل قریش سے تو لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے چاروناچار خون بہا لینے پر راضی ہو جائینگے۔ اور ہم لوگ بلا تکلیف دیت ادا کردیں گے۔ نجد کے شیطان نے اس رائے کی تصویب کی اور نہایت پسند کیا۔

مکّہ والوں نے یہ منصوبہ باندھا تھا۔ کہ رات کے وقت بہت سے لوگ آپ کے گھر جائیں اور آپ کو سوتے ہی شہید کردیں۔ جس رات یہ لوگ آپ کے گھر جانے والے تھے۔ الہام ربّانی سے آپؐ کو اس بات کی خبر ہوگئی۔ آپؐ نے یوں کیا کہ حضرت علی رضؓ کو اپنے بستر پر سُلا دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو ساتھ لیکر راتوں رات مکہ سے نکل گئے۔ اور غار ثور کا رُخ کیا۔ جوتا پاؤں سے اُتارا۔ انگلیوں کے بل چلتے۔ اس خیال سے کہ نشانِ قدم معلوم نہ ہوں۔ آپ کے پاؤں مبارک زخمی ہوگئے۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ نے آپؐ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا۔ اور وہاں جاکر پہلے غار کو صاف کیا۔ اور پھر آپؐ کو اندر لے گئے۔ حضرت رسولِ خدا و حضرت

ابوبکرؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ کسی سوراخ سے ایک سانپ نے بھی آپ کے پاؤں کو ڈسا۔ مگر وہ یارِ غار اُف تک زبان پر نہ لایا +

حضور علیہ السلام کے دولت خانہ سے نکلنے کا یوں واقعہ ہے کہ کفار آپ کے درِ دولت پر حضور علیہ السلام کے قتل کے لئے جمع ہو گئے۔ اور آپ کے دروازہ مبارک کو گھیر لیا۔ مگر حضورؑ ایک کھڑکی کی راہ سے کفار کے سامنے ہی اُن کے سروں پر خاک ڈال کر نکل گئے۔ اور اس شہر غدار سے آپؐ اور دوسرے حضرت ابوبکر دونو ہجرت کر گئے۔ کفار آپؐ کے دولتخانہ میں گھسے اور قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ معلوم ہوا۔ کہ گوہرِ مقصود ہاتھ سے نکل گیا۔ بستر پر حضرت علی کو پایا۔ یہ دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اور آنحضرتؐ کی تلاش کے لئے چاروں طرف لوگ دوڑائے۔ اُنہوں نے اشتہار دیا۔ کہ جو شخص آنحضرت کو پکڑ لائے یا قتل کرے اُسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائینگے۔ جس سے بہت لوگ آپ کی تلاش میں پھرے۔ اور سراقہ بن مالک تو مدینہ کی راہ میں بالکل آپؐ کے قریب پہونچ بھی گیا۔ مگر آنحضرتؐ کی دعا سے اُس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اور وہ گر پڑا اور اُس کو معلوم ہو گیا۔ کہ اُنہیں بزرگواروں کی دُعا کا اثر ہے۔ فوراً آنحضرتؐ سے عفو تقصیر کا خواستگار ہوا۔ جس پر اُس کا گھوڑا زمین سے نکلا اور وہ بھی سلامت بچا۔ یہ شخص کچھ عرصہ بعد مُسلمان بھی ہو گیا +

آنحضرتؐ تین دن تک غار میں رہے کفار ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے قریب آپہنچے۔ اور قریب تھا کہ آپ کو دیکھ پائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ اُن کو یقین نہ ہو سکا۔ کہ اُس غار کے اندر بھی کوئی شخص چھپ سکتا ہے۔ ایک دفعہ تو کفار کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ گھبرا گئے۔ اور اپنے نبی

پر کمال شفقت کی راہ سے کہنے لگے۔ کہ حضرت! قریب ہے کہ کافر ہم کو دیکھ پائیں۔ آپ نے بڑی دلیری۔ حوصلہ۔ اور استقلال سے جواب دیا کہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کھاؤ۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ ہمیں بچائے گا +

آنحضرت صلعم تین دن تک غار ثور میں رہے۔ تیسرے دن کے بعد نکلکر مدینہ کی طرف چلے۔ اور تعاقب کے ڈر سے کتراکر ادھر پھر کر چلے یہاں تک کہ ارض یثرب میں پہونچ گئے۔ اور ماہ جون ۶۲۲ء میں ایک روز نہایت شدید گرمی میں آنحضرت صلعم نے ناقہ سے اترکر ارض مقدس میں قدم مبارک رکھا۔ جو اس وقت سے آپ کا وطن اور جائے پناہ ہوگیا۔ سب سے پہلے ایک یہودی نے ایک برج پر سے آپ کو دیکھا۔ مدینہ میں بڑی دھوم دہام سے آپ کا استقبال ہوا۔ اور اہل مدینہ نے اس مظلوم نبی کو جو تیرہ سال سے اپنی برادری اور قوم سے اس قدر سخت سے سخت ایذائیں اٹھا رہا تھا۔ بڑی شاہانہ تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر کے اندر داخل کیا۔ جس سے خدا کی قدرت اور شان کا عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔

پس ہجرت مقدسہ کی تکمیل اس طرح ہوئی۔ اور اسی واقعہ سے سنہ اسلامیہ شمار کیا جاتا ہے +

مدینہ کی زندگی

سنہ ۱ ہجری

لکھا ہے۔ کہ جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ تو شہر کے جس جس قبیلہ میں سے آپ کا گذر ہوا۔

وہاں کے لوگوں نے بجز عبد اللہ بن اُبی کے جو سلطنت مدینہ کا اُمیدوار تھا۔
کمال آرزو سے یہ چاہا۔ کہ آپ اُنہیں کے ہاں تشریف فرما ہوں مگر آپ مُہار
ڈھیلی چھوڑے ہُوئے سب کو یہی فرماتے گئے۔ کہ جہاں خدا کو میرا ٹھیرانا منظور
ہے۔ وہاں پہونچکر میرا ناقہ خود بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ وہ اس پاک جگہ پر بیٹھ گیا
جہاں مسجد مقدس نبوی بنی ہوئی ہے۔ اور آپ نے اُتر کر خالد بن زید معروف
بہ ابو ایوب انصاری کے گھر کو اپنی اقامت باکرامت سے رشک خانہ خورشید
فرمایا۔ مدینہ میں تشریف لانے سے پیشتر مدینہ کا نام یثرب تھا۔ مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اس کا نام مدینۃ النبی یا فقط مدینہ ہو گا +
مدینہ میں حضورؐ کی تشریف آوری پر کثرت سے لوگ حضورؐ کی زیارت کو حاضر
ہوئے۔ عبد اللہ بن سلام بھی جو یہود میں سے ایک فاضل جلیل تھا حضور میں
حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی پکار اُٹھا۔ کہ لیس بوجہ کذاب یہ چہرہ جھوٹوں کا نہیں معلوم
ہوتا۔ اور چند ایک سوال و جواب کے بعد حضورؑ کے دعویٰ مثیل موسیٰ کی تصدیق
کی اور ایمان لایا۔ اسی طرح اور اہل کتاب بھی ایمان لائے۔ جن کی خدا تعالےٰ
جا بجا قرآن شریف میں تعریف کرتا ہے۔ سلمان فارسی جنہوں نے اہلِ
کتاب سے آپ کی تعریف سُن رکھی تھی۔ وہ بھی حضور میں حاضر ہو کر جنابؐ
پر ایمان لائے مگر بہت سے یہود باوجودے کہ آپ کی بعثت سے پیشتر حضور
کی بشارات علانیہ بیان کیا کرتے۔ اور آپ کو بیٹوں کی طرح پہنچانتے تھے۔ مگر
اب بغی۔ وحسد۔ تعصب۔ اور نفسانیت حب جاہ و ریاست اور دُنیا کی محبت
کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم رہے اور اس مظہر حق یعنی حضرت محمدؐ
رسول اللہ صلعم کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے +

یہود سے معاہدہ

مدینہ میں داخل ہونے کے بعد حضورؐ نے ایک فرمان عام یہود کے نام جاری کیا۔ اور اُن کے تمام مُلکی حقوق کو قائم رکھا۔ اور اپنے رسوم و اعمال مذہبی کے بجالانے کی پوری آزادی بخشی۔ اب تک تو آنحضرتؐ صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر اب دیکھئے کہ آپؐ نے حقوق و فرائض عباد کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی۔ ایسی خداقت کے ساتھ مقرر فرمایا۔ کہ جس سے ثابت ہوگیا۔ کہ آپؐ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ صرف اپنے زمانہ میں آپؐ خیرالبشر تھے جیسا کہ سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے۔ بلکہ سب زمانوں میں تھے +

اس فرمان کے مضامین عجیب و غریب ہیں۔ کچھ قواعد عامہ اس میں سے انتخاب کر کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ و ہو ہذا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ فرمان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ قریش ہوں۔ خواہ اہل یثرب (اہل مدینہ) اور سب لوگوں کو چاہیئے۔ کہ کسی مذہب اور قوم کے ہوں۔ جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے۔ صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی۔ اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ کہ اپنے برادران اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام

ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائیں گے۔ اور ہماری اُمت کے ساتھ متساوی حقوق اُن کو ہماری نصرت اور حمایت اور حسن سلوک کے حاصل رہیں گے۔ یہودان بنی عوف۔ بنی نجار۔ بنی حارث۔ بنی حشم۔ بنی غالب۔ بنی اوس اور سب سکان یثرب مسلمان کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھے جائینگے۔ اور وہ اپنے اعمالِ مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائیں گے۔ جیسے مسلمان اپنے رسُوماتِ دینی کو ادا کرتے ہیں +

یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں۔ اُن کو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا۔ اور اُن کو سزا دیجائیگی۔ یہود و مسلمانوں کی شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے۔ اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمانوں اور یہود کے دوست آشناؤں کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائے گا۔ جیسا خود اُن کا کیا جائے گا +

سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے۔ جو کسی گناہ یا ظلم یا نااتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہووے +

آئندہ جو تنازعات ان لوگوں میں ہونگے۔ جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُن کا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائینگے +

تھوڑے دنوں بعد یہودان بنی نضیر اور بنی قریضہ اور بنی قینقاع اس معاہدہ میں شامل ہو گئے۔ اس فرمان سے وہ قبیح رسم رفع ہو گئی۔ جو عرب میں رائج تھی۔ کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوائے یا اپنے اعزا کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا۔ دادرسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف

تھی +

اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکم اعلےٰ اپنی قوم کے بن گئے - اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا - اور اُس عہد و پیمان کے رُو سے بھی حاصل ہؤا - جو آپ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا +

مسجد نبوی کی تعمیر

چند روز کے بعد مسجد نبوی اور بیت الشرف کی تعمیر کے لئے ارشاد کیا گیا - اور مہاجرین کے رہنے کے لئے مکانات بننے لگے - جس زمین پر مسجد نبوی بنی ہے وہ دو بھائیوں کا مال تھا - انہوں نے اُس کو ہبہ کرنا چاہا مگر چونکہ وہ دونو یتیم تھے لہذا آنحضرتؐ نے اُن کو وہی قیمت دی جو قرار پائی - اس مسجد کی تعمیر میں آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مُبارک سے بھی مدد دی +

ناظرین! طبعًا خیال کرینگے کہ جو مسجد اور مکانات آپ کے لئے تعمیر ہو رہے تھے وہ بہت ہی عالی شان اور عمدہ ہونگے - مگر یہ مسجد کیا تھی - صرف ایک چبوترہ بناکر اُس پر قدِ آدم کچّی اینٹوں کی ایک دیوار بنائی گئی تھی - جس کے سایہ میں نماز پڑھ لیتے تھے - اور پھر کچھ دنوں بعد مسلمانوں کی التماس سے دھوپ سے بچنے کے لئے ستونوں کی جگہ کھجُور کی لکڑیاں گاڑ کر اُسی کے پتّوں اور گھاس پھوس سے ایک چھپّر بنالیا تھا - جس سے دُھوپ کا تو آرام تھا مگر بارش کا چنداں بچاؤ نہ تھا - اور اُس کا ایک حِصّہ اُن نادار اور مُفلس مُسلمانوں (اصحاب صفہ) کے لئے مخصوص کردیا گیا - جو مکان بنالینے کا مقدور نہ رکھتے تھے - اور آنحضرتؐ کے جنت کو تشریف لیجانے کے وقت تک ایسی ہی تھی - اور اُس میں بغیر فرش زمین پر کبھی اسی طرح اور کبھی ستون کے سہارے سے کھڑے ہو کر آپ طالبانِ حق کو پند و نصیحت اور دینِ خدا کی

تعلیم فرمایا کرتے تھے - اور فی الحقیقت اُس سادہ اور بے ریا عبادت کے لئے جس کی آپ نے اپنی اُمّت کو تلقین فرمائی - ایسی ہی بے تصنع عبادتگاہ موزون اور مناسب تھی +

جہاد کی تمہید

مُسلمانوں نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ۱۳ برس تک سخت سے سخت مصیبتیں اُٹھائیں - آخر کار وطن چھوڑا - مال اسباب چھوڑا - خویش و اقارب چھوڑے اور بیگانے مُلک میں آباد ہوئے - چاہیئے تھا - کہ کفار مکہ اب ہی ان کا پیچھا چھوڑتے - مگر نہیں اب پہلے سے زیادہ اُن کے درپے ہو گئے وہ غریب مسلمان جو پیچھے مکہ میں رہ گئے تھے اور اُن میں اتنے دور دراز سفر کرنے کی سکت نہیں تھی - اُن کو اسلام کے چھوڑنے پر مجبور کرتے اور نہایت ظلم و ستم کرتے - جس کے تصوّر سے اِنسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تیرہ برس تک جو ایذائیں کفار مکہ مُسلمانوں کو دیتے رہے ہیں - اُن کے نسبت بھی اُن کو ضرور خیال تھا - کہ اگر مُسلمان مدینہ میں اسی طرح ترقی پاتے گئے - تو عجب نہیں - کسی روز اُن ایذاؤں اور تکالیف کا جو ہم سے اُٹھاتے رہے ہیں انتقام لیں - غرضیکہ مُسلمانوں کا مکہ میں امن امان سے زندگی بسر کرنا - اور اسلام کا روز بروز ترقی پانا - کفار مکہ کو سخت ناگوار اور ان کی حسد و انتقام کی آگ کو مشتعل کر رہا تھا - اسی لئے وہ چپکے چپکے جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے - تاکہ دفعتہً چُپ چاپ مدینہ پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو یک لخت نیست و نابود کر دیں +

اسلام کے معنی ہیں فرمانبرداری حکم حاکم پر کاربند رہنا۔ باہمی صلح اور عافیت کی زندگی بسر کرنا۔ اور نیز ہر قسم کی شرارت و فساد وغیرہ سے دور رہنا۔ مگر چونکہ یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان دوسرے انسان کی جبر و تعدی کو ایک حد تک سہار سکتا ہے۔ جب حد سے بڑھ جائے تو کسی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسے ناجائز اور انصاف کے خلاف سختیوں کے برداشت کرنے کی بجائے لڑائی میں مر یا مار کر جان چھڑانے کو سہل سمجھتا ہے ÷

اسی واسطے جب مسلمانان مدینہ نے سنا۔ کہ غریب مسلمانوں پر مکہ میں اسقدر ظلم کئے جا رہے ہیں۔ اور مکہ والے اُن پر بھی حملہ کر کے اُن کا قلع و قمع کیا چاہتے ہیں۔ اور لڑائی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تو اُن کو بھی اس عقل حیوانی نے جو ہر ایک جانور کو دشمن سے بچاؤ کے لئے آمادہ کرتی ہے۔ مدافعت پر آمادہ کیا۔ اور ارشاد خداوندی ہوا کہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم لفسدت الارض۔ جن لوگوں سے کفار خواہ مخواہ لڑتے ہیں۔ اُن کو اجازت دی جاتی ہے۔ کہ وہ بھی مدافعت کریں۔ اس لئے کہ اُن پر بے وجہ ظلم ہوا۔ اور یقیناً اللہ تعالےٰ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ اُن کو ضرور کامیاب کریگا۔ وہ لوگ جو اپنے وطن سے بے قصور بے وجہ نکالے گئے۔ اُن کا جرم یہی تھا۔ کہ وہ اس بات کے قائل تھے۔ کہ ہمارا رب صرف اللہ ہی ہے۔ بت وغیرہ قابل عبادت نہیں۔ اور اگر اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرا دیا کرتا تو دُنیا میں تباہی مچ جاتی۔

پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال۔ والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ؕ تم کیوں نہیں لڑتے خدا کی راہ میں۔ حالانکہ کمزور اور ناتوان مرد۔ عورتیں اور بچے مکہ میں یہ دوہائی دے رہے ہیں۔ کہ پروردگارا ہم کو اس بستی سے نکال۔ جہاں کے لوگ ہم پر سخت ظلم کر رہے ہیں۔ اور اے خدا اپنے ہاں سے ہمارے لئے کوئی حامی اور مددگار کھڑا کر دے۔

لڑائی کی تمہید یوں ہوئی کہ انہی ایام میں قریش کا ایک قافلہ شام کو تجارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ کفار مکہ کا ارادہ تھا۔ کہ جب وہ لوگ سفر سے واپس آئیں۔ تو مکہ سے ایک فوج جرار ان کی کمک کے لئے روانہ کی جائے۔ اور یہ لوگ سب کے سب اکٹھے ہو کر ایک دفعہ مدینہ پر حملہ کر دیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس نئے مذہب کا خاتمہ کر دیں۔ یہ خبر سن کر مسلمان سخت گھبرائے۔ اسی واسطے آنحضرتؐ نے قریباً ۱۰۰۔ آدمی حضرت امیر حمزہ عبیدہ بن حارث کے ساتھ حال دریافت کرنے کے لئے روانہ کئے چنانچہ فی الواقعہ جیسا کہ سن چکے تھے۔ حضرت امیر حمزہ نے ابوجہل کو تین سو سواروں سمیت مقام سیف البحر میں لڑنے مرنے کے لئے مستعد پایا۔ اور عبیدہ بن حارث نے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو میدان رابغ میں دو سو سواروں سمیت موجود پایا۔ اور دونوں مقامات پر ابوجہل اور اس کا بیٹا ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر بسبب بعض اتفاقی وجوہات کے لڑائی تک نوبت نہ پہونچی۔

جہادات

بدر کی پہلی لڑائی - ربیع الاول

دارالندوہ میں جو کمیٹی آنحضرتؐ کے برخلاف ہوئی تھی - اس میں کسی شخص نے آنحضرتؐ کو قید کرنے - کسی نے جلاوطن کرنے اور کسی نے قتل کرنے کی رائے دی تھی - اُن میں سے آنحضرتؐ کو جلاوطن کرنے کی رائے اسی وجہ سے پذیرا نہیں کی گئی تھی - کہ آنحضرتؐ جہاں جائینگے - خلق کو اپنی جادوبیانی سے مسخر کرلیں گے - اُن کے تابعین اُن کے پیچھے جائیں گے - اور سب ملکر پھر یورش کرینگے - اور جو بے انتہا تکالیف ہم ان کو پہونچا چکے ہیں ضرور ان کا انتقام لینگے - قوم کے فرعون یعنی ابوجہل نے بھی یہی رائے دی تھی - کہ جب تک محمدؐ کا وجود باقی ہے - اُس سے امن میں نہیں رہ سکتے - اب آنحضرتؐ صحیح سلامت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے - آپ کے صحابہ بھی آپ کے ساتھ جا رہے - اسلام دن بدن مدینہ میں پھیلنے لگا - کیسے ممکن تھا - کہ کفار مکہ یہ باتیں آنکھوں دیکھ کر چپکے بیٹھے رہتے - وہ چپکے چپکے آنحضرت صلعم کے برخلاف تیاریاں کرنے لگے - اور جیسے کہ بیان ہو چکا ہے اس بات کے لئے قطعی مستعد ہوئے - کہ ایک عظیم الشان لشکر بہم پہنچا کر وخستہ اُس نئے مذہب اور اس کے بانی کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیں - اور ہمیشہ کے لئے اس خرخشہ سے نجات پائیں - مقام سیف البحر اور میدان رابغ میں جو پانچسو آدمی کفار کے موجود تھے - اور مسلمانوں کے ساتھ ایک عظیم الشان معرکے کے وقوع کا

پیش خیمہ تھے۔ وہ مسلمانوں پر بڑی سخت تباہی آنے بلکہ اُن کے قطعی استیصال کا یقین دلا رہے تھے۔ کفار نے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ ہم نہیں ٹلینگے۔ جب تک کہ اسلام کا وجود دُنیا سے بالکل نہ اُڑا دیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن شریف میں فرمایا ہے ولا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ اہل مکہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اگر ان سے ممکن ہو ٭

اس موقع پر ضرور تھا کہ آنحضرت صلعم بھی اپنی حفاظت کی تجاویز سوچتے اور کفار کے حالات تحقیق کرنے کے لئے سعی فرماتے۔ چنانچہ آپ نے بھی اُن کے حالات اور خیالات دریافت کرنے کے لئے اپنے آدمی روانہ کئے میدان رابغ اور میدان سیف البحر پر کفار کے سوار نظر آئے۔ اس لئے آپ کو یقین ہو گیا۔ کہ مکہ کے کافر ہم کو چین سے بیٹھنے نہیں دینگے۔ اور وہ کسی وقت پر پھر موقعہ پا کر ضرور دل کا بخار نکالینگے۔ چنانچہ جیسا کہ آنحضرت کو خیال تھا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد کوز بن جابر فہری مکہ کا ایک کافر موقع پا کر مدینہ کی چراگاہ سے اہل مدینہ کے اونٹ چھین لے گیا۔ جب آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی۔ آپ کو سخت افسوس ہوا۔ اور آپ نے چاہ بدر تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر مخالف دور نکل گیا۔ اس لئے آپ واپس تشریف لائے ٭

سریہ عبداللہ بن جحش

مکہ والوں کا جو قافلہ شام کو گیا تھا۔ وہ عنقریب آیا چاہتا تھا۔ اور اس لئے آنحضرت صلعم کو بڑی فکر تھی۔ کہ کفار مکہ پھر اس قافلہ کی مدد کا بہانہ کر کے مدینہ میں طوفان نہ لائیں۔ اس لئے آپ نے پہلے تو سعید بن ابی وقاص کو دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور جب اُن کو دشمنوں کا کوئی پتہ نہ ملا۔ تو عبداللہ

بن حجش کو دس بارہ آدمیوں سمیت دشمنوں کا پتہ لینے کے لئے روانہ کیا۔
عبداللہ بن حجش جب مقام نخلہ تک پہونچے۔ تو واقعی مکہ والوں کا قافلہ آرہا تھا
کرز بن جابر فہری اس سے پیشتر اہل مدینہ کے اونٹ لوٹ لے گیا تھا۔ اور
اس قافلہ کا صحیح سلامت مکہ میں پہونچ جانا مسلمانوں کی دشمنوں کی مزید قوت
اور فوری انتقام لینے کا موجب تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ نے بھی اِس
قافلہ میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ اور اُن کا سب مال و اسباب لوٹ لیا باقی
جماعت کو گرفتار کر لیا۔ اور مال و اسباب سمیت مدینہ کا رُخ کیا +

مکہ والوں کی بدسلوکیوں اور دھاڑ مار کے مقابل یہ جنگ نخلہ والا معاملہ
کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مگر آنحضرتؐ نے عبداللہ بن حجش کی اس کارروائی کو
بھی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور سخت ناراض ہوئے۔ اور قیدیوں کو مال و
اسباب سمیت واپس کر دیا۔ اور جو آدمی مارا گیا تھا اُس کا خون بہا دیا +

بدر کی دوسری لڑائی

رمضان ۲ھ

حضرت عبداللہ بن حجش کی کارروائی پر جو رحیمانہ اور منصفانہ فیصلہ آنحضرتؐ
نے کیا۔ وہ واقعی اس قابل تھا۔ کہ قریش مکہ پر اس کا بڑا اثر ہوتا۔ اور وہ اس فیصلہ
کی قدر کرتے اور سمجھ لیتے۔ کہ جب آپ سے آپ آنحضرت صلعم نے ہمارے
مقتول کا خون بہا بھیجدیا۔ اسیروں اور مال و اسباب کو واپس کر دیا۔ تو آگے کو
وہ اپنی طرف سے کب اقدام جنگ کرنے لگے ہیں۔ مگر نہیں۔ وہ تو جوش میں

بھرے ہوئے تھے۔ اُن کے کینہ واشتعال کی آگ آگے سے بڑھ کر بھڑک اُٹھی۔ اور وہ آنحضرت ؐ کی مخالفت و مقابلہ کے لئے بڑی خطرناک تیاریاں کرنے لگے +

انھی دنوں میں کفار مکہ کا ایک اور قافلہ جس میں ۴۰ آدمی تھے۔ مال تجارت بیچ کر شام سے واپس آنے والا تھا۔ اس قافلہ کا سردار ابوسفیان بن حرب تھا۔ اور اُس کے ساتھ بہت سا مال و اسباب تھا۔ کفار مکہ نے اُس وقت عام لوگوں کو خوب بھڑکایا۔ اور بڑا جوش اور اشتعال دلایا۔ کہ اگر جلد مدد کو نہ پہونچے۔ تو ضرور مسلمان اس قافلہ کو بھی لوٹ لیں گے۔ اگرچہ یہ بات فی الواقعہ صحیح نہ تھی۔ مگر اس نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ اور قریش نے فوراً قافلہ کے بچانے کے بہانہ سے ایک زبردست لشکر اکٹھا کر لیا جس میں ایک ہزار خونخوار جنگی سوار تھے۔ جن میں سے سو کے پاس گھوڑے اور باقی کے پاس سواری اور باربرداری کے لئے سات سَو اونٹ یہ سارا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا +

ادھر مدینہ میں بھی یہ خبر پہونچ چکی تھی۔ کہ قریش مکہ بڑے کروفر کے ساتھ قافلہ کے بچانے کے بہانہ سے مدینہ پر یورش کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہ ان کا ایک قافلہ بہت سا مال و اسباب تجارت لئے ہُوئے شام سے مکہ کو جا رہا ہے یہ بڑا ہی خطرناک اور نازک وقت تھا۔ چالیس آدمی قافلہ کفار کے مال و اسباب سمیت اور ایک ہزار خونخوار جنگی سوار اگر مدینہ کی دیواروں تک پہونچ جاتے تو ان کا روکنا اور دفع کرنا ناممکن تھا۔ یہ لشکر جرار غریب مُسلمانوں کو پیس دینے کیلئے کافی تھا مسلمان غریب الوطن تھے مہاجرین کو وہاں گئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہُوا تھا۔ مدینہ کے جن لوگوں نے ان کو پناہ دی تھی اور جو

انصار کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد بھی بمقابلہ مدینہ اور اُس کے گرد و نواح کے بہت ہی کم تھی۔ منافقین کا الگ کھٹکا تھا یہود معاہدین کا بھی کچھ اعتبار نہیں تھا پس جبکہ اہل مدینہ یہ حالت دیکھتے کہ ان نو وارد لوگوں کی وجہ سے اُن پر کیا آفت آئی ہے اور غنیم نے اُن کو گھیر لیا ہے۔ تو اُن سب کی حالت بالکل بدل جاتی۔ اور قریش حملہ آوروں کا دفع کرنا غیر ممکن ہو جاتا۔ اسی لئے آنحضرت ؐ نے دور اندیشی اور عاقبت بینی کی راہ سے ایسے موقعہ پر مدینہ میں بیٹھا رہنا پسند نہ کیا۔ اور آپکی یہی رائے ہوئی کہ مدینہ سے آگے بڑھ کر قریش مکہ کا مقابلہ کیا جائے۔ تاکہ جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہے وہ مدینہ سے باہر ہی ہو جائے۔ اور اپنے تحفظ اور غنیم کے حملہ روکنے کے لئے مدینہ سے باہر روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت نہایت ذلیل اور متبذل تھی۔ کوئی سامان جنگ اُن کے پاس نہیں تھا۔ صرف ۳۱۳ آدمی جن کے پاس صرف دو گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے۔ متوکلاً علی اللہ اتنے بڑے عظیم الشان جمعیت کے مقابل حملہ روکنے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ آنحضرت ؐ کے پاس جو اونٹ تھا۔ اس پر حضرت علیؓ زید بن حارثؓ اور آپ باری باری سے سوار ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلعم سے وعدہ نصرت تھا۔ قبل اسکے کہ آپ مدینہ سے روانہ ہوں۔ ایک ربانی الہام کے موافق آپ نے اپنے جان نثار صحابہ رضؓ کو اطلاع دی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر منکشف کر دیا ہے۔ کہ دونوں گروہوں میں سے ایک نہ ایک پر تم ضرور فتح و نصرت حاصل کرو گے۔ اکثر مسلمانوں کی یہ مرضی ہوئی۔ کہ اُس قافلہ کے مقابل جس میں صرف ۴۰ آدمی ہیں۔ روانہ ہوں۔ تاکہ جلد اور بلا وقت فتح حاصل کر لیں۔ مگر ارادہ الٰہی یہ تھا۔ کہ کفار کی سرے سے بیخ کنی ہو جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے اُن کی جڑ بنیاد اُکھڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا

وعدہ نصرت پورا ہوا۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا بلکہ آپ کی یہی رائے ہوئی۔ کہ اُس عظیم الشان گروہ کے مقابل جو قافلہ کو بچانے کے بہانہ سے مدینہ پر حملہ کیا چاہتا ہے روانہ ہوں۔ کئی مُسلمان اس حکم کو سُن کر بڑے گھبرائے۔ اور آنحضرتؐ سے اس بارہ میں بحث کرنے لگے۔ کہ کیوں نہ تھوڑے سے آدمیوں کے مقابل کوچ کر کے مقابلہ کے مال و اسباب پر قبضہ کیا جائے۔ کفار کے لشکر جرار کے مقابل کوچ کر کے خواہ مخواہ موت کے منہ میں پڑنا کیا ضرور ؟ مگر آنحضرتؐ نے اس رائے کو ہرگز نہیں مانا۔ اور کفار کے عظیم الشان لشکر کے مقابل میں مدینہ سے روانہ ہوئے ؛

ایک تھوڑی سی جماعت کے ساتھ جو دشمنوں کی فوج سے تہائی سے بھی کم تھی۔ آپ نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وادی ذفران میں پہونچے تو وہاں قریش کی آمد کی خبر ملی۔ وہاں سے منزل بمنزل چلکر آپنے قریب بدر کے مقام کیا۔ یہاں سے آپ کو پتہ ملا۔ کہ قریش مکہ کا لشکر یہاں سے بہت قریب پڑا ہے اور لڑنے مرنے کے لئے بالکل مستعد ہے ؛

کفار کا وہ قافلہ جس کے بچاؤ کا بہانہ کر کے کفار قریش مکہ سے باہر نکلے تھے وہ تو پہلے ہی سے سمندر کے کنارے کنارے صحیح سلامت نکل گیا۔ مگر ابو جہل ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بڑے جوش میں بھرا ہوا تھا۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ مُسلمانوں کے پاس فوج اور سامان کچھ بھی نہیں ہے تین سو تیرہ آدمی بھوکے اور ننگے غریب الوطن یہاں آپھنسے ہیں۔ اُس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور بڑے غرور بھرے الفاظ میں کہنے لگا۔ کہ جب تک ہم اپنی شان و شوکت ظاہر نہ کریں یہاں سے کبھی واپس نہیں جائینگے۔ بدر کو بڑھے چلو اور چاہ بدر کے قریب قیام کرو۔ اور خوب جشن اُڑاؤ۔ تاکہ تمام عرب کو یہ معرکہ معلوم ہو جائے

اور سب ہم سے ہمیشہ خائف اور ترساں رہیں - اس طرح سے وہ اپنی فتح کا یقین کر کے مقام بدر پر پہنچا +

اُدھر مسلمان بیچارے غریب - بالکل بے سازوسامان اُن کا تو خدا ہی حافظ تھا - آنحضرت صلعم نے اصحابہ سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں لڑنا مناسب ہے یا نہیں - اصحاب نے عرض کیا - کہ یا رسول اللہ صلعم ہم آپ کے حکم کے نیچے ہیں - ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں - آپ ہم کو سینہ سپر - اور جان نثار رفیق پائیں گے +

غرض کہ مسلمانوں نے بھی لڑائی کے لئے عزم مصمم کیا - اور آج حق اور باطل کی کشتی بڑے زور و شور سے شروع ہُوئی - آنحضرت صلعم نے خدا سے دعا مانگی - کہ خداوندا اس قلیل گروہ کو قتل نہ ہونے دے - یا اللہ اپنے وعدہ نصرت کو فراموش نہ کر - خداوندا اگر یہ فوج ہلاک ہو جائے گی - تو کوئی تیری عبادت خالص کرنے والا زمین پر باقی نہ رہیگا - چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہ دُعاء قبول کی - ان ۳۱۳ بے سروسامان آدمیوں کو اپنی تائید خاص سے ان ہزار جوشیلے اور سازوسامان والے آدمیوں پر فتح دی +

بدر کی لڑائی ہجرت کے ٹھیک ایک برس بعد وقوع میں آئی - یعنی ۱۵ جولائی ۶۲۲ء کو آنحضرت صلعم مکّہ سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے اور سال کے بعد ۶۲۳ء میں قریش سے جنگ بدر ہُوئی - اور اس بدر کی لڑائی کو اللہ تعالیٰ نے ایک آیت یعنی بڑا نشان ٹھیرایا - جو کامیابی اسلام کا گویا آغاز ہے +

جنگ بدر میں جناب سرور کائنات علیہ السلام کے داہنے ہاتھ سے ایک عجب کرشمہ خداوندی ظاہر ہوا - جو لشکر کفار کی ہزیمت کا موجب ہوا وہ یہ ہے کہ عین جنگ میں آپ صلعم نے ایک مٹھی کنکروں کی دشمنوں کی طرف پھینکی - کوئی

شخص نہ ہوگا جس کی آنکھ میں اس کا اثر نہ پہونچا ہوگا۔ اس وقت وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو ۴۵ زبور میں ہے "کہ تو بنی آدم میں از حد حسین ہے۔ اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ اور سچائی اور امانت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبتناک کام دکھائیگا"

جس وقت کفار مقتولین کی لاشیں ایک کنوئیں میں دفن کی گئیں۔ اس وقت آنحضرت ؐ نے ان مقتول کفار کو حیات حال سے خطاب کر کے ہمدردی کے جوش میں جو کلمات بیان فرمائے۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ؐ میں اپنی قوم اور اپنے اہل قرابت کی ہمدردی کا کس قدر سچا جوش تھا۔ آپ ؐ نے کھڑے ہو کے یہ کلمات فرمائے بئس عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم کذبتمونی وصدقنی الناس واخرجتمونی واوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس قیدیوں کے ساتھ آنحضرت ؐ نے ایسا بائستہ سلوک کیا جس کی تاحال کسی تاریخ میں نظیر نہیں ہے۔ آنحضرت ؐ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا۔ کہ ان مصیبت زدوں کی عزت کرو۔ ان کے حال پر رحم کھاؤ۔ اس کی تعمیل ایسی ہوئی۔ کہ جن مسلمانوں کے سپرد آپ نے ان قیدیوں کو کیا تھا۔ وہ اپنا خاص کھانا ان کو کھلاتے۔ اور آپ چند دانہ خرما پر قناعت کرتے تھے چنانچہ اُن میں سے ایک قیدی کا قول ہے۔ کہ خدا اہل مدینہ کو آباد رکھے اُنہوں نے ہم کو سواری پر چڑھایا۔ اور آپ پیدل چلے۔ ہم کو گیہوں کی روٹی کھلائی۔ اور خود خرما پر قناعت کی۔ یہ سلوک دیکھ کر اُن میں سے کئی شخصوں نے قسم کھائی کہ اب مسلمان سے کبھی جنگ نہ کرینگے اس لئے وہ بھی رہا کر دئے گئے آنحضرت ؐ کے ارشاد کے موافق جو لوگ کسی قدر ذی علم تھے وہ اس شرط پر رہا کر دئے گئے۔

کہ اطفال مدینہ کو تعلیم دیں ؛

مال و اسباب جو کفار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا مال غنیمت کے تقسیم کے بارہ میں صحابہ رضہ کے درمیان اختلاف ہوا۔ کوئی اپنا حق زیادہ جتانے لگا۔ کوئی اپنی ملکیت ظاہر کرنے لگا۔ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے مال غنیمت کی نسبت کچھ نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے لوگوں نے آنحضرت ص کی طرف رجوع کیا۔ اس پر یہ حکم ملا۔ کہ قل الانفال اللہ والرسول غنیمت کے مال کسی کی خاص ملکیت نہیں۔ بلکہ خدا اور رسول کی ملکیت ہیں۔ خدا و رسول کی ملکیت قرار دینے سے یہ مراد ہے کہ کوئی خاص شخص اس پر دعوٰے نہیں کرسکتا۔ بلکہ جس طرح پر خدا حکم دیگا اسی طرح پر کیا جائیگا۔ چنانچہ حکم پہنچا کہ واعلموا انما غنمتم من شئ فللہ خمسہ والرسول مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا و رسول کے لئے ہے۔ جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کے فائدہ کے لئے رہیگا۔ اور چار حصے ان لوگوں میں تقسیم کئے جائینگے۔ جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق خدمات میں مصروف تھے ؛

غزوہ بنی قینقاع

یہود سے آنحضرت م کا یہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ کہ وہ نہ تو آپ مسلمانوں سے لڑیں نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کریں۔ اور اگر مسلمانوں پر کوئی دشمن چڑھ کر آئے تو ان کی طرف سے اُن کے ساتھ لڑیں۔ بنی قینقاع یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ معاہدہ کے موافق ان کو مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت فرض تھی۔ مگر انہی میں سے کسی آدمی نے ایک مسلمان عورت سے ہنسی کی۔ اور

اس کا تہ بند اس طرح سے اٹکا دیا۔ کہ اس کا ستر کھُل گیا۔ اور اس نزاع میں ایک یہودی اور ایک مسلمان قتل ہوا۔ اور یہود نے معاہدہ کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا +

بدر سے واپس آنے کے بعد آنحضرتؐ نے یہ حالات سُنے۔ تو یہود کو سمجھایا اور عہد شکنی پر شرم دلائی۔ مگر اُنہوں نے بڑے غرور سے جواب دیا۔ کہ محمدؐ اپنی قوم کو شکست دیکر مغرور ہو گیا ہے کہیں ہم سے پالا پڑے تو اُسے دکھا دیں۔ کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں +

جب نرمی سے سمجھانا کارگر نہ ہوا۔ تو آخر کار جنگ کی نوبت پہنچی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُنہوں نے تنگ آ کر درخواست کی۔ کہ ہمارا سارا مال و اسباب لے لیں اور جان بخشی فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے حفظ امن کی ان سے ضمانت مانگی۔ جب کسی نے ان کی ضمانت نہ دی۔ تو شام کی طرف جلا وطن کئے گئے +

غزوہ بنی سلیم، غزوہ بنی غطفان و غزوہ انمار سنہ ۳ھ

بنی سلیم اور بنی غطفان اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ایسا ہی قریہ بنی انمار (واقعہ نجد) کے لوگ بھی اسلام کے خطرناک دُشمن تھے یہ سب لوگ مدینہ پر شبخون مارنا چاہتے تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ خود حفاظتی کے لئے بنظر حفظ ماتقدم نکلے مگر وہ لوگ منتشر اور تتر بتر ہو گئے اور آپ واپس تشریف لائے +

غطفانیوں کے حملہ میں ایک عجیب قصہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی واللہ یعصمک من الناس (خدا تجھ کو قتل سے بچائے گا) کی عجیب حقیقت کھُلتی ہے وہ یہ ہے کہ اس غزوہ میں ایک دن مینہ برسا۔ آپؐ کے کپڑے بھیگ گئے۔ آپ نے اُتار کر ایک درخت پر سکھانے کو لٹکا دئے

اور آپ اُس درخت کے سائے میں تن تنہا لیٹ گئے۔ غورث نامی ایک مشہور و معروف پہلوان نے آپ کو تنہا دیکھا۔ خوب موقع پایا۔ نادان بہادری کے گھمنڈ میں تلوار کھینچے ہوئے سر پر آپہنچا۔ اور پکار کر کہا۔ من یعصمک منی آج تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ نے بڑی جلالی آواز سے فرمایا کہ اللہ۔ اس جلالی آواز نے اُس پر ایسا اثر کیا۔ کہ رعب زدہ ہو کر گر پڑا۔ اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے اُسی بے دین کی تلوار ہاتھ میں لیکر للکارا۔ کہ اب تو بتا تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اُس نے کہا افسوس! کوئی نہیں آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا میں رحم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ قتل کرنے کے لئے نہیں۔ اس فوق العادۃ رحم کو دیکھ کر اور اپنی عداوت کو سوچ کر وہ مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام کر کے حق پر لے آیا +

جنگ اُحد

سنہ ۳ھ

ابوجہل کے مرنے کے بعد قریش کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھ آئی۔ ابوسفیان مسلمانوں کا بڑا خطرناک دشمن تھا۔ چونکہ اُس کے قریبی بھی جنگ بدر میں ہارے گئے تھے۔ اس لئے اُس نے قسم کھائی تھی۔ کہ میں مسلمانوں سے انتقام لئے بغیر خوشبو تک نہیں لگاؤں گا۔ نہ عورت کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ پہلی دفعہ مدینہ سے تین میل تک لشکر لے آیا۔ اور دوسری دفعہ بہت سی قوموں کو جوش اور اشتعال دلاکر ۳ ہزار آدمی اکٹھے کر کے مدینہ پر چڑھ آیا۔ بدر کی شکست سے دُنیا کفار کی نظروں میں اندھیر ہو رہی تھی۔ اس لڑائی میں اُن کے

جوش و خروش کی کوئی حد نہ تھی +

اُدھر آنحضرتؐ بھی مدافعت کے لئے نکلے۔ آپؐ کے ساتھ بمشکل ایکہزار آدمی تھے اور منافقوں کے بہکانے سے ۳۰۰ اور چلے گئے۔ اور صرف ۷۰۰ رہ گئے اور اُحد پہاڑ پر لڑائی ہوئی +

اس لڑائی میں پہلے مسلمان ایسے زور اور جوش کے ساتھ لڑے۔ کہ مخالف تتر بتر ہو گئے۔ اور ابوسفیان خود بھاگ نکلا۔ مگر مسلمانوں نے جلدی کی اور وہ بھاگے ہوئے دشمنوں کے اسباب سنبھالنے میں مشغول ہو گئے۔ ایک گھاٹی پر جو آنحضرتؐ نے محافظ بٹھائے ہوئے تھے۔ اور حکم دے رکھا تھا کہ خواہ فتح ہو خواہ شکست تم نے اپنے مقام کو مت چھوڑنا۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ کے حکم کا خیال نہ کر کے وہ بھی لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار گھاٹی خالی پا کر اس مقام سے پھر مسلمانوں پر آپڑے اور معاملہ اُلٹ گیا۔ اور مسلمانوں نے شکست پائی۔ آنحضرتؐ تن تنہا اُس لڑائی میں کفار کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور آپؐ کے چار دانت ایک پتھر کے لگنے سے ٹوٹ گئے اور ستر زخم لگے۔ پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی۔ اور ایک گڑھے میں گر گئے۔ ایک شیطان نے مشہور کر دیا۔ کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ تھا۔ اُس نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس خدا تجھے قتل و ہلاکت سے محفوظ رکھیگا۔ ایسے خطرناک موقعہ پر جس میں آپؐ کے قتل ہو جانے میں کچھ شبہ نہیں رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت کی اور اُس کے بعد عنقریب ہی نصرتِ الٰہی نے آپ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی۔ کہ آپؐ نے بہت سی لڑائیاں فتح کیں اور آخر کار مکہ اور تمام عرب بھی فتح کر لیا + اُس وقت وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جو ۳، ۷ زبور ۲۳ میں ہے

کہ انسان کے قدم خداوند ثابت رکھتا ہے اور اُس کی راہ کو دست رکھتا ہے اگر وہ گر جاوے تو پڑا نہ رہے گا۔ کیونکہ خداوند اُس کا ہاتھ چومتا ہے +

جنگ اُحد ختم ہو گئی۔ اہل مکہ واپس چلے گئے۔ اور دوسرے سال بدر پر پھر جنگ کرنے کا وعدہ کر گئے۔ کفار نے اس لڑائی میں حضورؐ کو کس قدر اذیت پہونچائی۔ کس قدر تکلیف دی۔ ستر زخم آپ کے بدن مبارک پر آئے دانت ٹوٹ گئے۔ پیشانی زخمی ہو گئی۔ مشرکین کی عورتوں نے شہیدوں کے ناک اور کان کاٹ لئے اور ہار اور پہنچیاں بنا کر پہن لیں۔ اور ہندہ کا زوجہ ابوسفیان نے حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر دانتوں سے چبایا۔ مگر اللہ رے! آپ کی شان رحمت کہ آپ کی زبان سے کفار کے لئے کوئی کلمہ بددعا کا نہ نکلا بلکہ فرمایا تو یہی فرمایا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ الٰہی میری قوم کو سوجھ دے کہ وہ جانتے نہیں اور جہالت سے ایسا کر رہے ہیں +

سفر حمراء الاسد ۳ھ

جنگ اُحد سے واپس آنے کے دوسرے دن بعد آنحضرت صلعم نے اس خیال سے کہ مبادا دشمن یہ سمجھ کر کہ اب مسلمان بالکل پس چکے۔ پھر مدینہ کا قصد کریں اُنہیں لوگوں کے ساتھ جو جنگ اُحد میں شریک تھے۔ مدینہ سے نکل کر مقام حمراء الاسد میں جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا۔ جب اطمینان ہو گیا۔ کہ قریش واپس چلے گئے ہیں۔ تو تین دن کے بعد مدینہ میں واپس آ گئے +

جو لوگ اس سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک تھے۔ وہ اگرچہ زخموں سے چور ہو رہے تھے۔ مگر اُن کی قوت ایمانی اور اطاعت حکم نبوی کی طرف خیال کرو کہ بلا تامل دوسرے ہی دن آنحضرتؐ کے ساتھ چل کھڑے ہوئے جس سے ظاہر ہے کہ وہ بزرگوار آنحضرتؐ کے احکام کی بجا آوری اور حمایت دین حق کے لئے کس قدر شیفتہ تھے اور یہ کہ اس سے کوئی غرض دنیاوی اُن کو مدنظر نہ تھی +

واقعہ رجیع صفر ۴ھ

رجیع ایک چشمہ ہے جو حجاز کے کنارے قوم ہذیل کے متعلق ہے قوم عضل اور قوم قارہ کے چند آدمی آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگوں میں اسلام پھیل گیا ہے چند ایک آدمی اسلام سکھلانے کے لئے ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ آپ نے چند آدمی ساتھ کر دئے۔ جب چشمہ رجیع کے قریب پہنچے۔ تو اُنہوں نے دغابازی کی اور اُن کو تلواروں سے گھیر لیا۔ انجام یہ ہوا۔ کہ یہ چھیوں آدمی مارے گئے۔ اور ایک شخص کو ۴۰ دن برابر سولی پر لٹکائے رکھا +

واقعہ بیر معونہ صفر ۴ھ

عامر بن مالک ایک شخص نجد کا رہنے والا تھا۔ وہ اگرچہ مسلمان نہیں تھا۔ مگر اسلام کی اشاعت کا مزاحم بھی نہیں تھا۔ اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ چند ایک اسلام کے واعظ اور تلقین کرنے والے نجد کی طرف بھیجدیں آپ نے ۴۰ قاری جو نہایت ہی عابد و زاہد تھے۔ ساتھ کر دئے۔ عامر کا ایک بھتیجا تھا۔ وہ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ وہ ایک جمعیت کثیر لیکر اُن لوگوں پر چڑھ آیا۔ اور سب مسلمانوں کو پکڑ کر مار ڈالا صرف ایک شخص مُردوں میں پڑا ہوا بچ گیا۔ یہ واقعہ بڑا دردناک ہے واقعہ رجیع اور واقعہ بیر معونہ سے آنحضرت صلعم کو

کمال رنج ہؤا ۔

غزوہ بنی نضیر ربیع الاوّل سکھ

معاہدہ کے موافق یہود بنی نضیر کا فرض تھا۔ کہ وہ جنگ اُحد میں مُسلمانوں کا ساتھ دیتے۔ مگر ساتھ دینا کیسا یہ لوگ مُسلمانوں کی روز افزونی ترقی دیکھکر اندر ہی اندر جل رہے تھے یہاں تک کہ جب آنحضرت ؐ ایک خاص مطلب کے لئے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ تو اُنہوں نے آپ کو ایک مکان میں بٹھایا۔ اور ایک ظالم نے کوٹھے پر سے ایک بھاری پتھر آپ کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑھکا دیا۔ مگر حافظ حقیقی نے (جس نے آپ کی نسبت پیشنگوئی فرمائی ہُوئی تھی۔ کہ واللہ یعصمک من الناس۔ آپ کو محفوظ رکھا اور آپ پتہ لگنے پر وہاں سے فوراً اُٹھ آئے اس طرح اُن لوگوں نے آنحضرت ؐ سے بدعہدی کی اور در حقیقت اُن کے سب عہد معاہدے دفع الوقتی کے واسطے ہوتے تھے جن کا موقع پر ذرا بھی اثر ظاہر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس وقت اُنہوں نے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ کر آپ کے مار ڈالنے کا ہی ارادہ کیا۔ اور آپ کی نسبت خطرناک حملہ کے ارتکاب کے مجرم ہوئے۔ اس لئے آپ نے اُن کو کہلا بھیجا۔ کہ دس دن کے اندر یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا ۔

یہود کو اپنے مضبوط قلعوں پر بہت بھروسا تھا۔ اور اُن کو ناقابل فتح سمجھے بیٹھے تھے۔ اسی وجہ سے وہ جنگ کے لئے مستعد ہوئے۔ مگر خدائی طاقت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔ آنحضرت ؐ نے اُن کا محاصرہ کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُنہوں نے تنگ آکر صلح کی درخواست کی۔ وہ رحیم و کریم رسول اس وقت بھی صُلح کے

قبول کر لینے پر بالکل آمادہ تھا۔ مگر عبداللہ بن ابی منافق نے کچھ اپنی امداد کا ایسا چکمہ دیا کہ وہ پھر باغی ہو کر جنگ کے لئے تیار ہو گئے انجام یہ ہوا۔ کہ وہ بالکل تنگ و ناچار ہو کر مدینہ سے خیبر کو جلا وطن کئے گئے۔ چلتے وقت اپنے مکانوں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے مسمار کرنے لگے۔ اور مال و متاع کیواڑ تختہ جو کچھ لے جا سکے ساتھ لے گئے +

بدر کا تیسرا واقعہ
ذی قعدہ ۴ ہجری

جنگ اُحد سے لوٹتے وقت ابو سفیان دھمکی دے گیا تھا۔ کہ اگلے سال میں تم سے پھر لڑوں گا۔ مگر وہ وعدہ کے موافق بدر تک آیا نہیں۔ بلکہ یہ کہکر کہ یہ سال قحط کا ہے۔ لڑنا مناسب نہیں۔ اپنے سب لوگوں کو مکے میں واپس لیگیا۔ اور اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر پر وعدہ کے موافق آگئے تو شرمندگی ہوگی۔ آنحضرتؐ کو دھمکا کر ایک شخص کی معرفت کہلا بھیجا کہ ابو سفیان ایک بڑا لاؤ لشکر جمع کر کے بدر پر آیا چاہتا ہے۔ تاکہ مُسلمان ڈر کے مارے مقام بدر پر نہ آئیں۔ مسلمانوں نے اس دھمکی کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور ذرا نہ ڈرے۔ بلکہ یوں کہا۔ کہ ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔ ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اور وہی اچھا کارساز ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ معہ ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کے بدر تک تشریف لائے۔ اور مسلمانوں نے تجارت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ابو سفیان ڈر کے مارے بدر پر نہ آیا +

غزوہ بنی مصطلق
شعبان ۵ ہجری

عرب کے قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے بہت سے قبایل کو آنحضرتؐ کی لڑائی کے لئے اُبھارا۔ اور ایک بھاری جمعیت فراہم کر لی۔ مسلمانوں کو اس کا تدارک ضروری تھا۔ چنانچہ آپ اپنی جمعیت کے ساتھ

چشمہ مریسیع پر تشریف لائے۔ حارث کی تمام جمعیت ڈر کے مارے بھاگ گئی۔ صرف وہ رہ گیا اور اُس کی قوم۔ جنہوں نے آنحضرتؐ سے مقابلہ کر کے شکست فاش کھائی +

منافقوں نے آنحضرتؐ کی عداوت کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رض پر اس لڑائی میں بہتان لگایا تھا۔ جس کا وہ کچھ ثبوت نہ دے سکے۔ اور سزایاب ہوئے۔ اس بہتان کا ذکر سورہ نور میں ہے +

جنگ خندق یا غزوہ احزاب

ذی قعد ۵ھ

اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ بنی نضیر اپنی شرارت اور بدعہدی کی وجہ سے مدینہ سے خیبر کو جلاوطن کئے گئے۔ جب یہ لوگ خیبر میں آئے تو سخت طیش میں بھرے ہوئے تھے یہود خیبر کو ساتھ ملا کر مسلمانوں سے سرکشی اور انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے۔ اکیلے تو کچھ نہ کر سکتے تھے۔ مگر قریش مکہ اور عرب کے بہت سے قبائل کو آنحضرتؐ کی مخالفت کے لئے بھڑکایا۔ اور اُنہیں اپنی کمک ورفاقت کے پکے وعدے دے کر لڑنے پر اُکسایا۔ اور اہل کتاب ہو کر اہل مکہ کو یہ بھی کہدیا کہ تمہارا دین (بت پرستی) مسلمانوں کے دین سے کہیں بہتر ہے +

قریش یہود کی امداد کے وعدہ پر بہت خوش ہوئے۔ اور ۴ ہزار آدمی مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں یہود کی سعی اور ترغیب سے بہت سے اور قبائل بھی اُن کے ساتھ شریک ہوتے گئے چنانچہ

دس ہزار آدمیوں کا ایک لشکر جرار مدینہ پر چڑھ آیا۔ چونکہ اس موقعہ پر عرب کے مختلف گروہوں نے اکٹھا ہو کر آنحضرت ؐ پر چڑھائی کی۔ اس لئے اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے +

آنحضرت ؐ کو بھی یہود کی شرارت اور قریش کے حملہ کا حال معلوم ہوگیا آپؐ نے شہر سے باہر جا کر لڑنا خلاف احتیاط سمجھا۔ شہر کی حالت کو دیکھا تو اور طرفوں سے محفوظ پایا۔ مگر شرقی جانب کھلا میدان تھا۔ اس لئے سلمان رضؓ فارسی کے مشورہ سے اُدھر خندق کھدا دی۔ گو بھوک اور سردی کی شدت تھی۔ مگر صحابہ رضؓ نے بڑی جانکاہی اور محنت کے ساتھ مخالفین کے آنے سے پہلے خندق تیار کر دی۔ اس وجہ سے اس لڑائی کا نام جنگ خندق بھی ہے +

اب تک یہود کو بنی قریضہ کی نسبت عہد شکنی اور دغابازی کا گمان تک نہ تھا۔ بلکہ اُمید تھی۔ کہ وہ شرائط معاہدہ کے موافق مدینہ کی حفاظت میں مسلمانوں کی مدد کرینگے۔ یا کم از کم دشمنوں کا ساتھ نہ دینگے۔ مگر اُنہوں نے اپنے ہم جنس یہودوں کی رعایت سے عہد توڑ دیا۔ اور صاف کہدیا کہ محمدؐ کون ہے؟ اور رسول کیا چیز ہے؟ جس کی ہم اطاعت کریں۔ ہم سے اور اُس سے کوئی عہد و پیمان نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ سینکڑوں منافق موجود تھے جن سے یہ اندیشہ تھا۔ کہ دشمنوں کو شہر کے غیر محفوظ مکان بتا دینگے۔ پس مسلمان یک لخت ضغطہ کی حالت میں تھے۔ اور ایک شخص کے بچنے کی بھی اُمید نہ تھی +

غرض کہ یہود اور منافقین نے اس لڑائی میں سخت بدعہدی کی اور منافق اور کچے دل کے مسلمان تو صاف کہنے لگے کہ محمدؐ جو فتح اور نصرت

کے وعدے دیا کرتا تھا۔ محض جھوٹ ثابت ہوئے۔ اور اُس کی باتیں سب دھوکا اور فریب تھیں۔ اس قسم کی دلآزار باتوں اور دغابازیوں اور عہد شکنیوں سے یہ لوگ مسلمانوں کو صدمہ پہنچا رہے تھے۔ مگر سچے مسلمان اُن کی اس قسم کی باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ اُن کو قطعی یقین تھا۔ کہ آخر کار اسلام ہی کی فتح ہوگی +

برابر ایک مہینہ تک دشمن مدینہ کا محاصرہ کئے رہے۔ اور آپس میں متفرق لڑائیاں بھی ہوتی رہیں۔ آخر نصرت الٰہی کی ہوا چلی۔ یکایک خداتعالیٰ نے برق و باد کا ایک بھاری لشکر اُن پر بھیجا۔ ڈیروں کی طنابیں اُکھڑ گئیں۔ گھوڑوں کی اگاڑیاں پچھاڑیاں ٹوٹ گئیں۔ دشمنوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب محاصرہ اُٹھا۔ اپنا سا مُنہ لیکر چلتے بنے۔ اور پھر کبھی مدینہ پر اُن کو یورش کرنے کا حوصلہ نہ ہوا +

غزوۂ بنی قریظہ ۵ھ

بنی قریظہ یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ جو مدینہ میں رہتا تھا اُن سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا معاہدہ تھا۔ معاہدہ کے موافق اُن لوگوں کو آنحضرت ؐ کی مدد کرنا واجب تھا۔ مگر یہ لوگ اُلٹے مسلمانوں کی بدخواہی میں مصروف ہوگئے۔ عین جنگ احزاب کے وقت اُن کا سردار کعب بن اشرف خیبر کے یہودی حیّ بن اخطب کے بہکانے سے مخالفوں کے ساتھ جا ملا۔ غرض کہ یہ لوگ بجائے اس کے کہ توحید کی حمایت کرتے بُت پرستی کے حامی بنے۔ اور کُھلے طور پر ظاہر کردیا۔ کہ ہم بنی نضیر کا بدلہ لئے بغیر نہ رہینگے اسی لئے حکم الٰہی سے آنحضرت ؐ نے اُن کی شرارتوں کے انسداد کا ارادہ کیا۔ اُن کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اُنھوں نے تنگ ہو کر حضرت سعد بن معاذ

کو اپنا حکم بنایا۔ جنہوں نے اُن کی آئے دن کی شرارتوں کے روکنے کیلئے یہ فیصلہ کیا۔ کہ ان کے جنگی مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور بچے اور جو لوگ کہ لڑنے کے قابل نہیں۔ محفوظ رکھے جائیں۔ چنانچہ اُن کے فیصلہ کے موافق یہ لوگ اپنی بغاوت اور شرارت اور بدعہدی کے عوض اپنے کیفر کردار کو پہونچے۔ اُن کے جنگ میں جو مرد قتل کئے گئے اور اُن کی عورتیں اور بچے محفوظ رکھے گئے۔ تب وہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ جو یسعیاہ (۱ باب) میں ہے ٭

آنحضرتؐ کے قتل کا منصوبہ

جنگ خندق میں ابوسفیان نے جو خفت اور ذلت اور ہزیمت اُٹھائی تھی۔ اس وجہ سے آنحضرتؐ پر دانت پیس رہا تھا۔ آخر اُس نے ایک اعرابی کو زادِراہ اور سواری کا اُونٹ دے کر روانہ کیا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کو موقعہ پاکر قتل کر دے۔ اور آئے دن کے جھگڑوں کا فیصلہ ہو۔ یہ شخص مدینہ میں اِس ارادہ سے آیا۔ مگر خدا کی قدرت اُس شخص پر آنحضرتؐ کے اخلاق اور وعظ کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور کفار کا سارا منصوبہ خاک میں مِل گیا ٭

اُس واقعہ کے بعد متفرق لوگوں کی متفرق شرارتوں کی وجہ سے کئی لڑائیاں آنحضرتؐ کو پیش آئیں۔ جن میں کامیاب ہو کر آپؐ واپس تشریف لائے۔ دومۃ الجندل جو ایک پہاڑی قلعہ اور عیسائیوں کی بستی تھی۔ وہاں کے لوگ پہلے تو شرارت پر کمربستہ رہے۔ پھر آخر کار وعظ ونصیحت سے ان کا عیسائی امیر اصبح بن عمرو کلبی بہت سے آدمیوں سمیت

مسلمان ہوگیا۔ فدک کے یہود خیبر کے جلاوطن یہود کی امداد کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو بھی شکست دی +

واقعہ حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ھ

۶ھ ہجری میں آنحضرت صلعم نے خواب دیکھا۔ کہ امن چین سے مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور عمرہ بجا لارہے ہیں۔ کوئی سر منڈوا رہا کوئی بال کترا رہا ہے۔ اور بڑی آزادی اور امن چین سے فرائض حج ادا کر رہے ہیں +

ازبسکہ انبیاء کا خواب بھی ایک قسم کا الہام ہی ہوتا ہے حضرتؐ اپنے پیارے وطن مکہ معظمہ میں امن چین سے جانے کے پہلے ہی سے نہایت مشتاق تھے۔ اور آپؐ کے دل میں تڑپ تھی۔ کہ کسی طرح اپنے مولد اور پیارے وطن کو آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اس خواب کے موافق آپ ؐ قریباً ڈیڑھ ہزار صحابی رضہ ساتھ لے کر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ قربانی کے لئے اونٹ ہمراہ لئے اور قربانی کی علامت کے طور پر جو نشانیاں مقرر تھیں۔ اُن پر وہ کردیں +

جب یہ حجاج کا قافلہ ذوالحلیفہ پر پہنچا۔ جہاں سے حج کے اعمال کرنے شروع ہوجاتے ہیں۔ تو اہل مکہ کو بھی اطلاع ہوگئی۔ وہ آپ کی مزاحمت کے لئے نواح مکہ کی دیگر قوموں کو بھی ساتھ ملا کر آپ صلعم کے مقابلہ کے لئے بلدح نامی ایک مقام میں آٹھیرے۔ جہاں آپ کا دشمنوں سے مقابلہ ہوگیا۔

وہ سب تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ نکلے۔ اور بھاگتے بھاگتے حدیبیہ سے آگے نکل آئے +

آپ جب ثنیۃ المرار میں پہونچے۔ تو آپ کی اونٹنی قصوا نامی یہاں آکر خود بخود بیٹھ گئی۔ صحابہ رضہ اُسے بہتیرا اٹھاتے رہے۔ نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اونٹنی خداتعالیٰ کے حکم سے بیٹھی۔ جیسے اصحاب فیل کے ہاتھی آگے جانے سے رہ چکے تھے۔ پھر آپ صہ نے فرمایا۔ کہ جہاں تک ہو سکیگا۔ میں حرم کعبہ کی بے حرمتی نہ کروں گا۔ بلکہ قریش مجھ سے جو اُمور خانہ کعبہ کی تعظیم کے چاہیں گے اپنی طرف سے دریغ نہ کرونگا۔ تب وہ اونٹنی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر آپ نے اُس میدان میں جو چاہ حدیبیہ کے قریب ہے مقام کیا۔ اُسی دن محمدؐ بن مسلمہ کے باڈی گارڈ نے جو فوج اسلام کے محافظ تھے۔ اہل مکہ کے ۵۰ جاسوس پکڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر کئے۔ جن کو آپ نے نظر بند کیا +

آپ کا کعبہ کی تعظیم کے خیال سے فراری دشمنوں کا تعاقب اور تعرض چھوڑ دینا اور حدیبیہ میں آبیٹھنا۔ کفار کے گھمنڈ اور غرور کا باعث ہو گیا۔ اب تو وہ اس بات پر تُلے کہ آنحضرت صہ کو ہرگز ہرگز مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ چنانچہ اُنھوں نے پہلے بدیل بن ورقا خزاعی کی معرفت یہ کہلا بھیجا۔ جس پر آپ صہ نے یہ جواب دیا۔ کہ میں لڑنے کے لئے نہیں آیا۔ صرف عمرہ کے لئے آیا ہوں اور آپ نے کچھ عرصہ تک صلح کی بھی تحریک کی۔ بدیل بن ورقا نے یہ پیغام قریش کو پہنچایا۔ اور سفارش کی۔ کہ مسلمانوں کو عمرہ سے نہ روکا جائے قریش نے اس کی بات کو نہ مانا۔ بلکہ یہ خیال کیا کہ یہ بھی در پردہ مسلمانوں سے مل گیا ہے۔ پھر مسعود ثقفی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے آکر

آنحضرت صلعم کی نہایت بے ادبی کی - اور بڑی سختی کا برتاؤ کیا - مگر اُدھر سے نہایت صبر - تحمل - حوصلہ اور نرمی سے جواب ملتا رہا ہے - جس پر اس نے قریش سے آکر کہا - کہ میں نے روم و روس و حبشہ کے دربار بھی دیکھے ہیں - مگر سچ کہتا ہوں - کہ جو عزت و توقیر محمدؐ کی دیکھی ہے - کسی کی نہیں دیکھی - اُس کے آب دہن کو ہاتھوں پر لے کر مُنہ پر ملتے ہیں - اُس کے اونٰے اونٰے کام کو بڑے بڑے آدمی نہایت شوق سے کرتے ہیں چُپ چاپ ادب کے ساتھ اُس کے سامنے بیٹھے ہیں - اور کسی کی مجال نہیں - کہ آنکھ بھر کر اس کی طرف دیکھ سکے - پس جن لوگوں کا یہ حال ہے واقعی ان کا اجتماع و اتفاق بڑا خطرناک ہے - اس پر بھی قریش اپنی حمیت جاہلیت پر اڑے رہے +

جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی - تو آپ ؐ نے مکہ کی طرف اپنے سفیر بھیجنے کا ارادہ کیا - چنانچہ پہلے خراش بن امیہ گئے اور وہ بھی ناکام ہو کر چلے آئے - پھر حضرت عثمان بن عفان رضؓ روانہ کئے گئے - قریش نے اُن کی بہت خاطر و مدارات کی - اور زیارت کعبہ کی بھی اجازت دی - مگر انہوں نے بغیر مصاحبت رسول مقبول صلعم کے زیارت کو گوارا نہ کیا - اور انکار کر دیا - کہ جب تک رسول مقبول ؐ نہ آلیں - میں کبھی تنہا زیارت نہیں کرونگا - جس پر اُنہوں نے حضرت عثمان رضؓ کو دس ہمراہیوں سمیت نظر بند کر لیا +

حضرت عثمان کے آنے میں حد سے زیادہ دیر ہو گئی - تو اہل اسلام میں یہ مشہور ہو گیا - کہ حضرت عثمان شہید کر دئے گئے - از بسکہ سفیر کا قتل کرنا کسی ملت اور کسی قوم میں روا نہیں - آپ ؐ کو بھی بہت ملال ہوا - اِس پر

آپ صلعم نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ رضہ سے اس بات کی بیعت لی۔ کہ اگر عثمان کی رہائی کے لئے لڑائی کی ضرورت پڑے تو ہر ایک شخص جان دیدے۔ مگر لڑائی سے منہ نہ پھیرے۔ تمام صحابہ رضہ نے لڑنے مرنے کی بیعت دی۔ اس بیعت کا نام **بیعت رضوان** ہے۔ جس کا ذکر سورہ فتح میں ہے۔ اور جس پر خداوند تعالیٰ نے بہت خوشنودی اور رضامندی ظاہر فرمائی +

جب قریش کو بیعت رضوان اور مسلمانوں کے کمال اتفاق اور جاں نثاری کی خبر پہنچی۔ تو اب تو گھبراہٹ نے انہیں پچھاڑا۔ اور تین آدمیوں کو آپ صلعم کی خدمت میں صلح کا معاملہ طے کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ان میں سے ایک کا نام سہیل بن عمرو تھا۔ جس پر صلح کا سارا دارومدار تھا۔ سہل بن عمرو نے آتے ہی پہلے تو ان ۵۰ جاسوسوں کی رہائی کی بابت التجا کی۔ جو مسلمانوں کے ہاں نظر بند تھے۔ جس پر آپ صلعم نے یہ فرمایا۔ کہ تم عثمان رضہ اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دو۔ ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس شرط کی منظوری پر طرفین کے قیدی رہا ہو گئے۔ پھر سہل نے صلح کی شرائط پیش کیں جس پر اپنا ہی پاسہ زبر رکھا +

شرائط صلح

(۱) اس سال آنحضرت صلعم بغیر عمرہ کے واپس چلے جائیں ہاں اگلے سال چاہیں تو آ کر قضا کر لیں۔ مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں۔ اور ایک ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ لائیں +

(۲) دس سال تک عام امن اور آزادی رہے۔ کوئی شخص کسی شخص کا مزاحم نہ ہو۔ اور نہ ایک دوسرے کے معاہدین اور طرفداروں سے لڑیں +

(۳) اگر کوئی قریش کا آدمی مدینہ میں چلا جائے۔ تو واپس دیدیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا جائے تو قریش واپس نہ دیں +

قریش نے یہ ساری شرطیں اپنے ہی فائدہ کی کی تھیں۔ لیکن آنحضرتؐ نے محض اپنے علم۔ وقار۔ اور عالی حوصلگی سے توکل بخدا ان سب کو منظور فرمایا۔ جس پر آپ ص کے تمام صحابہ رضہ اور خصوصاً حضرت عمر رضہ بہت ہی جوش میں آئے۔ اور عرض کی۔ کہ کیا آپ تیسری شرط کو بھی منظور کرتے ہیں۔ آپ ص نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ جو ہم میں سے قریش کی طرف جائیگا مُرتد ہو کر ہی جائے گا۔ پھر ہمارے کس کام کا۔ اور جو قریش میں سے مسلمان ہو جائے گا۔ اُس کی سبیل خدا تعالیٰ کچھ اور کر دیگا۔ اللہ پر توکل رکھنا چاہیئے +

جس وقت صلح ہو رہی تھی۔ کفار کے با اختیار وکیل سہل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل جو خفیہ مسلمان تھا۔ کلمہ پڑھتا ہوا باہر نکلا اور مسلمانوں میں آملا۔ سہل نے کہا۔ یہ پہلی بات ہے۔ جو صلح کے بعد ہوئی۔ آپ تیسری شرط کے مطابق اسے واپس دیدیں۔ آپ ص نے فرمایا تصفیے سے پہلے کا معاملہ ہے۔ کیونکہ ابھی معاملہ طے نہیں ہو چکا۔ سہل بن عمرو نے نہ مانا۔ اور ابو جندل کو واپس ہی لے کر چھوڑا۔ چنانچہ حضرت علی رضہ آئے۔ آپ ص نے فرمایا لکھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہل نے کہا ہم رحمان اور رحیم کو نہیں جانتے۔ صرف باسمک لکھو۔ آپ ص نے فرمایا۔ اچھا اے علی باسمک اللّٰھم لکھدو۔ یہی لکھا گیا +

پھر آپ ص نے فرمایا کہ لکھو ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ص نے صلح کی۔ مگر سہل نے

کہا۔ رسول اللہ مت لکھ۔ اگر ہم اس کو رسول اللہ سمجھتے تو کعبہ کی زیارت
سے روکتے ہی کیوں؟ محمدؐ بن عبد اللہ لکھو۔ غرض کہ اس پر کفار
نے اسقدر ضد کی۔ اور حمیت جاہلیت پر اُترے۔ کہ مسلمانوں کو مجبور کر دیا۔
کہ وہ اس لفظ کو کاٹ ہی دیں۔ اصحاب رسولؐ بہت ہی برافروختہ
ہوئے۔ اور سب نے تلواریں سونت لیں۔ اور قریب تھا۔ کہ صلح نامہ
یونہی رہ جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا میں اللہ ہی کا رسول ہوں۔ اس
لفظ کے مٹانے سے کیا ہوتا ہے۔ جس طرح یہ کہتے ہیں اُسی طرح کرو۔
اُدھر وہ ضبط دیکھنے کے قابل تھا۔ اور اُدھر حضرت علی کرم اللہ وجہ
کی مذہبی حمیت اور جناب رسولِ خداؐ کے ساتھ ارادت ومحبت۔ عرض
کیا۔ واللہ میں تو اپنے ہاتھ سے نہ مٹاؤں گا۔ چنانچہ آپؐ نے خود
اپنے دہن مبارک کے لعاب سے مٹا دیا۔ ظاہر میں تو مٹا دیا۔ مگر سچ
پوچھو۔ تو اُس میں لبِ جاں بخش سے جان ڈالدی۔ چنانچہ یہی صلح
عظیم الشان فتوحات اور مکہ کی فتح اور اسلام کی کمال اشاعت کا موجب
ہوئی۔ کہ سارا عرب محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ پکارنے لگا +

صلح کا معاملہ اس طرح طے ہوا۔ صلحنامہ پر طرفین کے معزز آدمیوں
کے دستخط ہو کر صلحنامہ سہل کے حوالہ کیا گیا۔ اس طرح آپؐ نے نہایت
نرمی اور عالی حوصلگی سے اس معاملہ کا تصفیہ کر دیا +

گو اس صلح کو گرمجوش مسلمانوں نے اپنی ہیٹی سمجھا۔ اور ان کی بہت دل
شکنی ہوئی۔ وہ سب جوش دلاوری میں بھرے بیٹھے اور لڑنے مرنے کو
تیار تھے۔ مگر اطاعت رسولؐ کے سوا چارہ نہ تھا۔ مجبور ہو کر چپ ہو رہے اور
خدا نے اُن کے دلوں کو جمعیت تسکین اور اطمینان اور حوصلہ عطا فرمایا

اور بالآخرہ نتائج اور عواقب سے ثابت ہو گیا۔ کہ واقعی یہ صلح مسلمانوں کے لئے ایک ابرِ رحمت اور بھاری کامیابی تھی +

منافقین یعنی آنحضرتؐ کے اندرونی دشمنوں اور دو دلے لوگوں کی اس صلح سے خوب بن آئی۔ وہ لگے مسلمانوں پر چڑھ چڑھ بولنے اور شبہات پیش کرنے۔ کہ اگر خداوند تعالیٰ اسلام کا حامی ہوتا۔ تو اس طرح دب کر صلح نہ کی جاتی۔ وہ طرح طرح کی بدگمانیاں کرتے اور اسلام کے زوال کا انتظار کرتے تھے۔ اور کہتے کہ محمدؐ نے یہ کیسا خواب دیکھا تھا۔ جس کا ایسا اُلٹا نتیجہ نکلا حالانکہ آنحضرتؐ نے خواب بلا تعیین وقت دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر اس سال نہ سہی تو اگلے سال سہی۔ چنانچہ اگلے سال بڑے امن چین سے قریباً دو ہزار مسلمانوں نے مکہ میں آکر عمرۂ قضا کیا۔ اور حسبِ وعدہ تین دن کے بعد مراجعت فرمائی +

مصر۔ روم۔ ایران اور حبشہ کے بادشاہوں کو اِسلام کی دعوت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے عظیم الشان واقعات اور آپ کی صداقت کے زبردست نشانات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے بلا کسی خوف و خطر اور دہشت اور ڈر کے تمام بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہوں کو جن کے نام سے لوگ تھراتے تھے دلیرانہ خطوط لکھے اور علانیہ اسلام کی دعوت کی۔ چنانچہ منجملہ روم کے عیسائی شہنشاہ

ہرقل اور نجاشی بادشاہ حبشہ اور مقوقش مصر کے حاکم - اور پرویز غلام فارس کو جو نوشیرواں کا پوتا تھا - اسلام کی دعوت کے خطوط لکھے - کہ اگر تم اسلام لے آؤ تو دین و دُنیا میں عزت پاؤ گے - ورنہ تمہاری دین و دُنیا دونوں برباد ہو جائیں گے - اور اپنی زیر دست رعیت کا گناہ بھی اپنی گردن پر لو گے +

ہرقل شاہ روم ان دنوں بیت المقدس کی زیارت کے لئے گیا ہوا تھا - دحیہ کلبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر وہیں اُس کے پاس پہونچے - اُس نے جب خط کھولا تو یہ لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد عبد الله ورسوله الى هرقل عظيم الرّوم سلامٌ على من اتبع الهدى - امّا بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك الله اجرك مرّتين فان توليت فعليك اثم الاريسيين ويا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئًا ولا يتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون - خدائے رحمان ورحیم کے نام سے شروع - محمد کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے بادشاہ روم ہرقل کی طرف اُس شخص پر سلام - جو راہ ہدایت کی پیروی کرے - اس کے بعد میں تم کو قبولیت اسلام کے لئے بلاتا ہوں - مسلمان ہو جائے گا - تو آنے والے غضب سے سلامت رہے گا - اور خدا تجھے دوگنا اجر فرمائے گا - (تصدیق عیسیٰ و تصدیق نبی آخر الزمان صلعم کا) اور اگر تو روگشی کریگا تو تیری بے گناہ رعیت کا گناہ تیرے ہی ذمہ ہوگا - اور اے اہل کتاب ایک بات

کی طرف آجاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ کہ اللہ کے سوائے ہم کسی کی پوجا نہ کریں۔ اور نہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ اور نہ ہم سے بعض لوگ غیر اللہ (مسیح وغیرہ) کو رب ٹھیرائیں۔ پھر اگر وہ انکار کریں۔ تو اے مسلمانو! تم کہدو۔ کہ ہم تو حکم الٰہی کے لئے سر تسلیم جھکائے ہیں +

جب یہ خط ہرقل کے پاس پہونچا۔ تو کہا کہ اس شہر میں عرب کے اکثر لوگ تجارت کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی موجود ہو تو میرے پاس لاؤ۔ ابوسفیان جو ابھی تک کافر منکر اسلام تھا۔ اُن دنوں وہیں تھا۔ اُس کو معہ اُس کے رفقا کے ہرقل کی خدمت میں لائے ہرقل نے آنحضرتؐ کے متعلق دس بارہ سوال کئے اور ابوسفیان کے ساتھیوں سے کہدیا کہ اگر کسی بات میں یہ شخص خلاف کہے۔ تو تم بھانڈا پھوڑ دینا۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ بار بار میرے دل میں آتا تھا۔ کہ کچھ خلاف واقعہ کہدوں۔ لیکن ساتھیوں کے ڈر اور ذاتی وجاہت کے لحاظ سے نہ کہہ سکا

سوال و جواب مابین ہرقل و ابوسفیان

سوال	جواب
(۱) محمد قوم کا کیسا ہے ؟	شریف و نجیب الطرفین ہے +
(۲) تمہاری قوم میں اس سے پہلے بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا ہے یا نہیں ؟	نہیں کیا +
(۳) اس کے باپ دادا میں کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے یا نہیں ؟	نہیں +
(۴) اسکی اطاعت کون لوگ کرتے ہیں امیر یا غریب ؟	غریب اور مسکین لوگ +

جواب	سوال
دن بدن بڑھتی جاتی ہے +	(۵) اس کی جماعت دن بدن بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے ؟
محمدؐ کے دین کو برا مان کر کوئی مرتد نہیں ہوتا +	(۶) کوئی شخص اسلام کو ناپسند کرکے مرتد بھی ہوا ہے یا نہیں ؟
کبھی جھوٹ نہیں بولا +	(۷) دعوئے نبوت سے پہلے اس شخص کو تم نے کسی بات میں جھوٹا پایا یا نہیں ؟
ہرگز نہیں کرتا۔ وعدہ وفا آدمی ہے +	(۸) کبھی وعدہ خلافی کرتا ہے یا نہیں ؟
کئی بار ہوئی ہے +	(۹) کبھی تمہارے اور اس کے درمیان لڑائی ہوئی یا نہیں ؟
کبھی وہ اور کبھی ہم +	(۱۰) کون غالب آیا ؟
آجتک اس نے نہیں کی آگے دیکھئے	(۱۱) لڑائی میں کبھی عہد شکنی بھی کرتا ہے یا نہیں ؟
یوں کہتا ہے کہ خدائے واحد کو پوجو۔ آبائی طریقہ کو چھوڑ دو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ نیکی کرو۔ صلہ رحم کرو +	(۱۲) کس بات کا حکم کرتا ہے ؟

ہرقل شاہ روم کا ابوسفیان کی تقریر سے استنباط

ہرقل نے ابوسفیان کے جوابات سن کر کہا۔ کہ پہلے سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ یہ پیغمبر عالی نسب ہے۔ سو بیشک اللہ تعالیٰ رسالت عالی نسب ہی

کو دیتا ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ اُس سے پہلے اُس کی قوم میں کبھی کسی نے دعوائے نبوت نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ دعوے عادی اور تقلیدی نہیں۔ تیسرے سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ اُس کے آبا و اجداد میں کوئی بادشاہ نہیں گذرا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ خیال ہوتا کہ شاید نبوت کی آڑ میں آبائی ملک اور بادشاہت کا خواہاں ہے۔ چوتھے سوال کے جواب میں تم نے کہا کہ اس کی اطاعت اکثر غریب ہی کرتے ہیں۔ سو سنت اللہ یہی ہے۔ کہ انبیاء کے تابعین پہلے بہت غریب ہی ہوتے ہیں۔ پانچویں سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ اس کی جماعت دن بدن بڑھتی ہے سو اللہ تعالےٰ انبیاء کی جماعت کو دن بدن ترقی بخشتا ہے۔ چھٹے سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ کوئی شخص اسلام کو ناپسند کر کے اُس سے مُنکر نہیں ہوتا۔ سو حق کا قاعدہ ہے۔ کہ جب ذہن نشین ہو جاتا ہے پھر جی سے نہیں نکلتا۔

ساتویں سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ دعوائے نبوت سے پہلے وہ کبھی جھوٹ سے متہم نہیں ہوا۔ سو جو شخص آدمیوں کے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا۔ خدا تعالیٰ پر کیسے جھُوٹ بولنے لگا۔ آٹھویں سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ سو خدا کے نبی کبھی وعدہ خلاف نہیں ہوتے۔ نویں اور دسویں سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ ہم میں کئی دفعہ لڑائی ہوئی۔ کبھی ہم غالب ہُوئے کبھی وہ۔ سو ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ کبھی کبھی انبیا کے مخالف بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر آخر کار غلبہ انبیا ہی کو ہوتا ہے۔ اور حق جیت جاتا ہے ✣

گیارھویں سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ اُس نے تاحال کبھی عہد شکنی نہیں کی۔ سو انبیاء لوگ لڑائی میں کبھی غدر اور عہد شکنی نہیں کرتے ہیں +

بارھویں سوال کے جواب میں تم نے کہا۔ کہ وہ نبی نیک کاموں کا حکم دیتا ہے۔ اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے۔ سو جو باتیں تم نے کہی ہیں اگر سچی ہیں۔ تو وہ پیغمبر ہے۔ اور حضرت مسیح ؑ نے ایک فارقلیط کے آنے کی بشارت دی ہے (یوحنا ۱۴ باب ۱۴) اور یہ وہی معلوم ہوتا ہے انتظام مُلکی کے سبب سے میں مجبور ہوں۔ اگر میں پہونچ سکتا۔ تو انکی خدمت میں حاضر ہوکر اُن کے پاؤں چومتا۔ چنانچہ بخاری شریف میں اُس موقعہ پر آخیر میں اُس کی زبان سے یہ الفاظ منقول ہیں +

وقد کنت اعلم انہ خارج ولم اکن اظن انہ منکم فلو انی اعلم انی اخلص الیہ لتجشمت لقائہ وکنت عندہ تغسلت عن قدمیہ یعنی یہ تو مجھے معلوم تھا۔ کہ وہ فارقلیط آنے والا ہے۔ مگر مجھے یہ خبر نہ تھی، کہ وہ تم میں سے ہی اے اہل عرب پیدا ہوگا۔ سو اگر میں اس کی خدمت میں پہونچ سکتا۔ تو بہت ہی کوشش کرتا کہ اُس کا دیدار مجھے نصیب ہو۔ اور اگر میں اس کی خدمت میں ہوتا۔ تو میں اُس کے پاؤں دھویا کرتا +

غرض کہ ھرقل دل سے ایمان لایا۔ مگر اُس کی رعیت اُسکی سخت مخالف ہوگئی اور اس لئے بظاہر اس کو بھی رعیت کا ہم صفیر ہونا پڑا +

صغاطر نام جو ایک بڑا پادری تھا۔ آنحضرت ؐ پر ایمان لے آیا۔ جس پر نصارا نے اس کو مار ڈالا +

حبشہ کا بادشاہ نجاشی آنحضرت ؐ کا پہلے سے قایل تھا۔ خط

کے دیکھتے ہی ایمان لایا اور بکمال تعظیم پیش آیا۔ مقوقش شاہ مصر نے بھی اطاعت کا اظہار کیا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں تحفے بھیجے۔ مگر ایران کا بادشاہ خط کو دیکھتے ہی چڑ گیا اور سخت ناراض ہوا۔ اور آپؐ کے نامہ مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ اور بڑی بے حرمتی سے پیش آیا۔ اُس کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی۔ فوراً حاکم یمن کے نام حکم بھیجا۔ کہ اس شخص کو گرفتار کر کے علی الفور ہمارے پاس بھیجدو۔ چنانچہ اس نے کچھ سپاہی آپؐ کی گرفتاری کے لئے روانہ کر دئے۔ جو ایک دن شام کے قریب آپؐ کے حضور میں پہونچے اور اُس بدبخت ازلی کا پیغام آپؐ کے کانوں میں پہونچایا۔ آپؐ نے اس بیہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا۔ کہ تم اسلام قبول کرو۔ اُس وقت آپؐ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر ربانی رعب سے وہ دونو بید کی طرح کانپ رہے تھے۔ آخر اُنہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جناب عالی کا کیا جواب ہے۔ کہ ہم جواب ہی لے جائیں۔ حضرت نبیؐ نے فرمایا۔ کہ اس کا جواب کل ملے گا۔ چنانچہ صبح کے وقت جو وہ حضور میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے الہام ربانی سے جواب دیا کہ وہ جسے تم خداوند خداوند کہتے ہو۔ وہ خداوند نہیں ہے۔ خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی۔ مگر تمہارا خداوند آج رات کو مارا گیا۔ میرے سچے خداوند نے اُس کے بیٹے شیرویہ کو اُس پر مسلّط کر دیا۔ سو وہ آج رات اس کے ہاتھ پر قتل ہو گیا۔ اور یہی جواب ہے۔ یہ بڑا معجزہ تھا۔ اس معجزہ کی وجہ سے یمن کا حاکم اور بہت سے لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لائے۔ کیونکہ درحقیقت اُس رات

کسریٰ یعنی خسرو پرویز اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا تھا +

آنحضرت صلعم کے نامہ مبارک کے پھاڑ دینے پر حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ کلمات برآمد ہوئے تھے۔ کہ اللّٰھم مزقھم کل ممزّق کہ اے اللہ جس طرح اُس نے میری چٹھی پھاڑ دی ہے۔ تو بھی اسکو بالکل پاش پاش کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ تھوڑے دنوں بعد اُس کی سلطنت جو ہزار سال سے مستقل اور بڑی طاقتور چلی آتی تھی۔ اور تمام روئے زمین پر ایسی کوئی سلطنت نہ تھی۔ پاش پاش اور نیست و نابود ہو گئی ہے۔ شاہانِ ایران کا نام و نشان دُنیا سے اُٹھ گیا اور وہ سب ملک اُن لوگوں کے قبضہ میں آئے جو تھوڑے دن پہلے سخت سی سخت مصیبتوں اور آفات کا نشانہ بن رہے تھے۔ اور سر رکھنے کے لئے اُنہیں جگہ نہ ملتی تھی۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ کی عظیم اور عالی شان قدرت کا عجب پتہ لگتا ہے۔

فتح خیبر ۷ ہجری

صلح حدیبیہ میں جو مُسلمانوں کی دِلشکنی ہوئی تھی۔ تو اُس پر اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو طرح طرح کی تسلیاں دیں۔ اور فرمایا۔ کہ صلح حدیبیہ کو حقیر مت سمجھو۔ بلکہ یہ بڑی بڑی فتوحات کی تمہید ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے وعدوں کے موافق ایسا ہی ظہور میں بھی آگیا۔ آنحضرت صلعم مدینہ میں پہنچے ہی تھے۔ کہ یہود خیبر کے ساتھ لڑنا پڑا۔ اور اُس میں مُسلمانوں کو پوری کامیابی ہوئی +

یہود خیبر کے ساتھ لڑائی کی تقریب یوں ہوئی۔ کہ یہ لوگ ہمیشہ سے مسلمانوں کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ جنگ احزاب میں قریش کو چڑھائی کرنے کے واسطے انہی لوگوں نے ابھارا تھا۔ اور خود بھی اُن کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی اسد کے ساتھ بھی اُن کا سازو باز تھا۔ غرض کہ وہ اپنے مضبوط اور مستحکم قلعوں اور کثرتِ جمعیت کے گھمنڈ میں نہایت مغرورانہ طور پر مسلمانوں کی مخالفت کرتے تھے چنانچہ اُس سال اُنہوں نے خود لڑائی کا سامان تیار کر کے مدینے پر چڑھائی کا پکا ارادہ کیا۔ اُن کے ارادہ کی خبر آپؐ کو بھی پہونچ گئی۔ آپؐ اُن کے حملے کے روکنے کے لئے ۱۴سو مسلمانوں کو ساتھ لیکر خیبر کی طرف چلے +

جب آپؐ خیبر پر پہنچے تو صبح کا وقت تھا۔ اور وہاں کے لوگ آپؐ کی آمد سے بے خبر تھے۔ اتنی بڑی بھاری جمعیت دیکھ کر وہ ڈر گئے۔ اور قلعوں میں محصور ہو بیٹھے۔ آپؐ نے پہلے قلعہ نطاہ کا محاصرہ کیا جو سر ہو گیا۔ اُس کے بعد دیگر چند قلعے یکے بعد دیگرے فتح کئے گئے اور سب سے آخر قلعہ قموص کے محاصرہ کی باری آئی جو سب میں مضبوط اور مستحکم تھا۔ اور اس کے گرداگرد خندق کھدی تھی۔ یہودیوں نے یہاں اپنی ساری طاقت اور سارا زور خرچ کیا۔ تاکہ کسی طرح یہ قلعہ فتح نہ ہونے پائے۔ مگر مخالفتِ الٰہی میں اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر کار حضرت علی رضؓ نے اُس قلعہ کو بالکل مسخر کر لیا +

یہود کو اس قلعہ پر بہت ناز تھا۔ جب وہ بھی فتح ہو گیا۔ تو اب اُن کی

کمریں ٹوٹ گئیں - لڑائی کا خاتمہ ہو کر پیغام صلح ڈالا - چنانچہ ان شرائط پر صلح قرار پائی :-

(۱) تمام خیبریوں اور اُن کے اہل وعیال کو جان سے امان دی جائے +

(۲) خیبری اپنا تمام مال واسباب تاوان جنگ میں دیں - اور کچھ چھپانا نہ پائیں +

(۳) خیبر کی زمین یہود کے قبضہ میں ہی رہیگی - مگر وہ زمین کی پیداوار کا نصف بطور خراج مسلمانوں کو دیا کرینگے - اور آنحضرت ؐ کا اختیار ہوگا - کہ جب اُن سے بدعہدی دیکھیں انہیں جلاوطن فرمائیں +

اس فتح سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی - اور معیشت کی طرف سے بھی آسودہ ہو گئے - اور دشمنانِ یہود کے پھندوں سے بھی نجات پائی + فتح خیبر کے بعد اہلِ تیما اور اہلِ فدک نے بھی اطاعت اختیار کی جس سے اہل اسلام کو نہایت فارغ البالی - آسودگی اور مسرّت حاصل ہوئی +

جنگ موتہ جمادی الاول ۸ھ

موتہ ایک قصبہ ہے نواح شام میں - اس لڑائی کی وجہ یہ ہوئی - کہ آنحضرت ؐ نے اپنے ایک قاصد کو شہر بصریٰ کے حاکم کے نام خط دیکر بھیجا تھا - جب قاصد مقام موتہ میں پہنچا - تو شہر موتہ کے عیسائی حاکم شرجیل نے تعرض کیا اور اس قاصد کو مار ڈالا +

یہ حرکت جو تمام قوانین شرع وملکی کے برخلاف تھی - اس لڑائی کا موجب ہوئی - آنحضرت ؐ نے تین ہزار آدمی بہ سرداری زید بن حارث روانہ کئے - طرفین میں سخت لڑائی ہوئی - اور اس میں حضرت زید بن حارث جعفر بن

طیار اور عبد اللہ بن رواحہ علم بردار ایک دوسرے کے بعد شہید ہوگئے۔ مگر آخر کار خالد بن ولید کی شجاعت و حسن تدبیر سے نمایاں فتح حاصل ہوئی +

اس لڑائی میں تمام عیسائی اقوام جو اُس نواح میں رہتی تھیں۔ شامل تھیں۔ اور ہرقل (شاہنشاہ قسطنطنیہ) کی فوج بھی جو انہی دنوں میں فارس کو فتح کر چکا تھا۔ لڑائی میں اُن لوگوں کے ساتھ شامل تھی +

فتح مکہ ۸ ہجری

صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے دوسری شرط یہ تھی۔ کہ قریش مسلمانوں کے طرفداروں اور ہم عہدوں سے تعرض نہ کریں۔ اور مسلمان قریش کے طرفداروں سے نہ لڑیں۔ بنی خزاعہ آنحضرت صلعم کے طرفدار تھے۔ اور بنی بکر قریش کے۔ اتفاق یوں ہوا۔ کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ میں لڑائی چھڑ گئی۔ قریش نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھدیا اور وہ معاہدہ کے بالکل برخلاف بنی بکر کی مدد کے لئے تیار ہوگئے اور درپردہ بنی بکر کی مدد کی۔ بلکہ کئی سرداران قریش بھیس بدل کر اس لڑائی میں بنی بکر کی کمک کے لئے بھی گئے۔ چنانچہ بنی خزاعہ کے ۲۰ آدمی مارے گئے اور اُن پر کمال ظلم ہوا +

کفار قریش نے تو چالاکی کی راہ سے یہ سب کارروائی خفیۃً کی تھی۔ مگر آنحضرت صلعم کو بھی اُن کی اس عہد شکنی کا پتہ لگ گیا۔ اور عمرو بن سالم خزاعی نے حضور صلعم میں پہونچ کر سب حال عرض کیا۔ آپ صلعم کو اس بات

سے سخت رنج ہوا۔ کہ قریش نے اس طرح معاہدہ جنگی کو گھاس کا تنکا سمجھا۔ اور ہماری حلیف قوم بنی خزاعہ کا یہ حال کیا۔ عجب نہیں کہ کسی طرح یہ عہد شکن قوم موقعہ پاکر ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کرے۔ آپؐ بنی خزاعہ کی امداد کے لئے تیار ہوئے۔ قریش کو جب پتہ لگا۔ کہ آنحضرتؐ کو سارا راز معلوم ہوگیا ہے تو بڑے گھبرائے۔ اُنہوں نے تجدید عہد کے لئے اپنے سردار ابوسفیان کو آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا۔ جو بےنیل مرام واپس آیا +

قریش کی یہ کارروائی سخت نفرت اور ملامت کے قابل تھی۔ اُن کی طرف سے سخت بدعہدی ہوئی۔ عہدنامہ ٹوٹ گیا۔ اب کوئی صورت نہیں تھی۔ کہ آنحضرتؐ اُن کے ساتھ جدید معاہدہ کریں یا آئندہ کسی نئے عہدنامہ پر آپ اعتبار کرسکیں۔ بنی خزاعہ کی ہمدردی اور حمایت اور کفار قریش کی عہدشکنی کی سزا اور اُن کی پیش قدمیوں کی مدافعت آپؐ پر فرض لازمی تھی۔ آپؐ نے بھی چپکے چپکے قریش پر حملے کی تیاری کی۔ دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار لے کر آپؐ نے مکہ معظمہ کیطرف کوچ فرمایا۔ اور مکہ میں داخل ہوئے۔ اُس وقت وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جو استثنا ۳۳ باب میں ہے۔ کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران کی چوٹیوں سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت تھی۔ انتہے +

وہ داخل ہونا بھی عجیب داخل ہونا تھا۔ کوئی نرم دل سے نرم دل اور رحیم سے رحیم۔ اور حلیم سے حلیم دُنیا کا بادشاہ ہوتا۔ اور اُس کے ساتھ

مکّے والوں نے اس سلوک کا عشر عشیر بھی کیا ہوتا - جو اہلِ مکّہ نے آنحضرتؐ کے ساتھ کیا تھا - تو سب کو بے امتیاز تہ تیغ بے دریغ کرتا - گدھوں کا ہل پھروا تا +

یہ نبوّت ہی کی شان تھی - کہ آپ ؐ نے مکّہ میں قدم رکھتے ہی چاروں طرف منادی کرادی - کہ

(۱) جو شخص کعبہ میں داخل ہو جائے اُسے امن ہے +

(۲) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امن ہے -

(۳) جو شخص دروازہ بند کرلے اُسے امن ہے +

(۴) - جو شخص اپنے ہتھیار رکھ دے اُسے امن ہے +

اور آپ ؐ نے اپنے لشکر میں اعلان کر دیا - کہ جب تک کوئی تم سے پہل نہ کرے - ہرگز مقابلہ نہ کرنا - چنانچہ صرف ایک طرف سے چند ایک کفار نے آپ ؐ کے لشکر کا مقابلہ کیا - جن کو شکست دی گئی - اور اسلام کی بالکل فتح ہو کر میدان صاف ہو گیا - اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی - کہ انّ الذی فرض علیک القراٰن لرادك الی معاد یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے وہ یہ وعدہ بھی ضرور ضرور پورا کر کے ہی رہے گا - کہ اسی مکّہ میں جہاں سے تجھے کفار نے ایسی ایسی تکالیف دے کر نکالا - پھر شان و شوکت کے ساتھ لا کر رہے گا +

بڑے بڑے سردارانِ قریش آپ ؐ کے ڈر سے شہر کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - لیکن جوں جوں آپ ؐ کے کرمِ عمیم اور اخلاقِ وسیع کا حال سنتے واپس آنے لگے - اور آپؐ اُن کا قصور معاف کرتے جاتے - وہ بھی عجب شان تھی - جب کہ اُن لوگوں کے حلقہ میں آپ ؐ جلوس فرماتھے -

جنہوں نے آپ ؐ کو وطن سے نکال دیا تھا۔ اور سخت سے سخت ایذائیں دیں اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ اور آپ ؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ یہ ایسا وقت تھا۔ کہ اس وقت آپؐ کفار قریش کی جانوں اور مالوں کے کلی مالک تھے ایسے ظالموں اور شریروں کو جنہوں نے ۱۳ سال تک آپ ؐ کے ساتھ بدترین سلوک کئے۔ سزا دینا آپ ؐ کے نزدیک کچھ بات نہیں تھی۔ آپ ؐ کو پورا اختیار تھا۔ اُن سے انتقام لینے کے لیے صرف ایک لب ہلانے کی دیر تھی ✤

لیکن آپ ؐ نے ظلم کے مقابل ظلم نہ کیا۔ نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے لیا بلکہ ایسا عالی شان حوصلہ۔ وسیع فیاضی اور اعلےٰ درجہ کے عفو اور رحم کا نمونہ دکھایا اور وہ خلق محمدیؐ ظاہر کیا۔ کہ جس کی بجز فرقہ انبیاء کے کسی قوم کسی فرقہ اور کسی ملک میں نظیر نہیں ملتی۔ آپ ؐ حضرت یوسفؑ کی طرح تختِ عزت پر جلوہ فرما ہو گئے۔ سب اعداء آپ ؐ کے گرداگرد صف بستہ کھڑے ہوئے۔ اور اس بات کے منتظر کہ بس اس شخص کی زبان ہلانے کی دیر ہے۔ اور ہم ابھی اپنے بے انتہا سرکشیوں اور شرارتوں کی پاداش میں تہ تیغ ہوئے جاتے ہیں۔ اور ہمارا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مِٹے جاتا ہے۔ اپنی شرارتوں کے بدلہ میں اس سلوک کے سوا اُن کو کوئی توقع نہیں اور نہ ہو سکتی ہے ✤

اُس وقت اس رحیم و کریم رسول نے اپنی متانت بھری آواز سے اُن شریروں اور خونیوں سے سوال کیا۔ کہ تم لوگ مجھ سے کس سلوک کی اُمید رکھ سکتے ہو۔ اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ✤

سب نے بالاتفاق جواب دیا۔ کہ بلاشبہ اپنی شرارتوں اور بغاوتوں کے

عوض تو ہم لوگ گشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ اور صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے قابل۔ مگر آپ ؐ ہمارے برادر کریم ہیں۔ ہم آپ سے کرم وجود ہی کی توقع رکھتے ہیں +

اُس وقت آپ ؐ نے بڑی عالی حوصلگی اور کشادہ روئی اور انشراح صدر سے رقّت بھری آواز میں فرمایا۔ کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو اس سے پیشتر میرے بھائی یوسف ؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین +

آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ تمہیں اللہ تعالےٰ معاف کرے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ میں نے تم سب کو آزاد کیا +

یہ ایسا نظارہ نہیں تھا۔ کہ کوئی شخص اُسے دیکھے اور پُرآب نہ ہو۔ سب کے دل رقت سے بھر گئے۔ اخلاق محمدیؐ پر فدا ہو ہو کر دل سے آپ ؐ کے شکر گذار ہوئے۔ اور کفر کا زنار توڑ آپ سے آپ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ پڑھ پڑھ کر مُسلمان ہونے لگے۔ اس اخلاق محمدیؐ کا ایسا پر تو پڑا۔ کہ اوّلاً مکہ اور اُس کے بعد سارا عرب آ آ کر حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگا +

اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدے پُورے کئے۔ حق ظاہر ہوا اور باطل مِٹ گیا۔ اب وہ وقت تھا کہ خدا تعالےٰ کے پاک گھر (بیت اللہ شریف) کو بتوں کی نجاست سے پاک وصاف کیا جائے۔ چنانچہ کعبہ کے گرداگرد جو ۳۶۰ بُت تھے۔ آنحضرت ؐ کے اشارہ مبارک سے گِر گئے۔ اور وہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے کہ قل جاء الحق

وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا - تو کہدے حق آگیا - اور باطل مِٹ گیا - باطل مٹنے ہی والا تھا۔

جنگِ حنین شوال ۸ھ ہجری

یہ لڑائی فتح مکہ کے بعد واقع ہوئی - حنین ایک مقام ہے نواح طائف میں - وہاں کئی صحرائی قبائل - اور قوم بنی ہوازن اور بہت سے مختلف اشخاص کی ایک جمعیت کثیر مسلمانوں کی مخالفت اور جدال و قتال کے لئے جمع ہو رہی تھی - آنحضرتؐ یہ خبر پا کر صحابہ رضؓ کی ۱۲ ہزار آدمیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے - اس لڑائی میں مسلمان بہت زیادہ تھے - اور اسی واسطے کئی مسلمانوں کے دل میں خیال آیا - کہ ہماری جماعت قلیل ہمیشہ جماعت کثیر پر غالب ہوتی رہی ہے - اس وقت ہم بارہ ہزار ہیں - کفار پر ضرور فتح پائیں گے - اُن کا یہ گھمنڈ جو توکل کے برخلاف تھا - اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا - چنانچہ ابتدا میں ان کے بالکل پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے - حتے کہ حضرت رسولِ خداؐ کے پاس بھی بہت ہی تھوڑے آدمی رہ گئے - اس نازک موقعہ پر آنحضرتؐ تن تنہا آگے بڑھے چلے جاتے تھے - اور زبانِ مبارک سے یہ فرماتے جاتے تھے - کہ انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب میں سچا نبی ہوں - اس میں جھوٹ نہیں - میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں - پیٹھ دکھانے والا نہیں آخرکار آپؐ ایک اونچی جگہ جا کھڑے ہوئے اور حضرت عباس نے جو بلند آواز آدمی تھے صحابہ کو للکارا - کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ یہ کھڑے ہیں - تم

کہاں بھاگے جاتے ہو۔ چنانچہ سب لوگ اُن کی آواز پر پھر سمٹ آئے۔ اور اتفاق کر کے ایک ایسا سخت حملہ کیا۔ کہ نہایت سخت لڑائی کے بعد دشمنوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور وہ بھاگ نکلے ✤

غزوہ طائف ۸ ہجری

حنین سے واپس آکر آنحضرت صلعم نے طائف کی طرف کوچ فرمایا۔ کیونکہ قوم بنی ثقیف طائف کے قلعوں میں پناہ گزین ہوگئی تھی۔ اور رسول کریم کے مقابل میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے خوب سامان جنگ مہیا کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اُن کا محاصرہ کیا۔ اُس وقت تو فتح حاصل نہ ہوئی۔ مگر آخر کار یہ سب لوگ بھی مغلوب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اُس وقت اُن لوگوں نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی۔ کہ لات جو اُن کا بڑا بُت ہے۔ ابھی نہ توڑا جائے۔ نماز ان کو معاف کر دی جائے۔ آنحضرت صلعم نے ان دونوں درخواستوں کو نامنظور کیا۔ اور فرمایا کہ جس دین میں نماز نہیں ہے اُس میں کچھ خیر و خوبی نہیں ہے ✤

مسیلمہ کذاب ۹ ہجری

اب چونکہ مکہ فتح ہو گیا تھا۔ تمام اہل عرب پر بتوں کی بے حقیقی اظہر من الشمس ہو گئی۔ چاروں طرف سے مختلف قبائل کے وفد رسولِ کریم کی خدمت میں آنے شروع ہوئے۔ یمامہ کے مُلک سے قبیلہ بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب مدینہ میں آیا۔ اس شخص نے جھوٹا دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ اس کے ساتھ والے سب مسلمان ہو گئے مگر اُس نے جہاں بھیرا تھا۔ وہیں سے آپؐ کو کہلا بھیجا۔ کہ مجھے آپ اپنا جانشین بنالیں۔ تو میں آپ کا مطیع ہو سکتا ہوں۔ بلکہ میری جمعیت بھی سب آپ کے ساتھ ہو جائیگی

اور آپ کو بڑی مدد پہونچے گی۔ جس وقت آپ ص کے پاس یہ پیغام پہنچا
اُس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کے درخت کی ایک ٹہنی سی تھی۔
چونکہ آپ ص کی بادشاہت دنیاوی بادشاہت نہ تھی۔ آپ ص نے صاف
فرمادیا۔ کہ اگر تو کھجور کی ٹہنی بھی مانگے تو میں تجھے نہ دونگا۔ اور خدا تعالےٰ نے
نے جو کچھ تیرے لئے مقدور کیا ہے وہ کبھی نہیں ٹلے گا۔ اور اگر تو نہیں
مانے گا۔ تو خدا تعالےٰ تجھے ضرور ضرور ہلاک کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم
کی وفات کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں اُس کے ساتھ ایک لاکھ سے
زیادہ جمعیت ہوگئی۔ جو آنحضرت ص کے ساتھ ۲۰ سال میں بھی نہ ہوئی
تھی۔ مگر حق کا فرقہ قلیلہ بھی بطلان کے فیۂ کثیرہ پر غالب آجاتا ہے۔
حضرت ابوبکر صدیق رض کے زمانہ میں وہ نہایت خستہ حالی کے ساتھ
مغلوب و مقتول ہوا +

غزوہ تبوک

۹ ہجری

سب سے آخر لڑی لڑائی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم بہ نفسِ نفیس
شریک ہوئے جنگ تبوک تھی۔ تبوک مُلک شام میں ایک شہر ہے۔ جو
شاہ روم کے زیرِ حکم تھا۔ اس جنگ کا باعث یہ ہوا۔ کہ مقام موتھ پر
جو لڑائی مابین مُسلمانوں اور عیسائیوں کے واقعہ ہوئی تھی۔ جس میں
شاہ روم کے صوبہ حاکم بصرہ کو شکست فاش ہوئی۔ اُس کی وجہ سے
ہرقل شاہ روم اس خبر کو سُنکر بہت برافروختہ ہوا تھا۔ اور مسلمانوں

پر اس دفعہ یورش کرنے کے لئے خود بنفس نفیس لشکر جرار لانا چاہا۔ آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ ایسے خطرناک دشمن کا ملکِ عرب میں آنا ٹھیک نہیں۔ اُس کو پہلے ہی سے روک دینا مناسب ہے۔ سخت بے سروسامانی اور بکمال تنگی اور عسرت کی حالت میں مدافعت کے لئے پیش قدمی کی اور ۳۰ ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ مقام تبوک تک چلے۔ بیس روز تک وہاں ٹھیرے۔ وہاں پر معلوم ہوا۔ کہ ہرقل کو اندرونی مشکلات ایسے آپڑے ہیں کہ وہ مدینے کو فوج نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے واپس تشریف لائے +

جنگ تبوک کو جنگ عُسرت بھی کہتے ہیں۔ یعنے سختی کی لڑائی۔ یہ غزوہ بڑے امتحان کا معرکہ تھا۔ سفر دُور دراز تھا۔ گرمی کا سخت موسم۔ کھجوریں پھل رہی تھیں۔ اور یہی مدینہ والوں کی کُل کائنات۔ اِس لئے منافق اور کچے مسلمان اس لڑائی میں شامل ہونے سے بہت کترائے +

چند اصحابی صرف بوجہ کاہلی جنگ تبوک سے بچھڑ گئے تھے۔ ان کا کچھ عجیب و غریب حال ہے۔ اُن کا واقعہ ایک بڑا زبردست نشان ہے۔ اس بات کا کہ آنحضرتؐ کی تعلیم میں کِسقدر سچا اور پُر زور اثر تھا اور صحابہ رضؓ نے بھی آپؐ کی تعلیم کو کیسا صادق اور منجانب اللہ سمجھا ہوا تھا۔ اور ہر ایک مسلمان کو اُن کی کہاں تک پیروی کرنی چاہئے +

صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ جن دنوں جنگ تبوک کا معاملہ ہوا۔ میں اچھا آسودہ اور فارغ البال۔ پیسہ روپیہ والا۔ اور چنگا بھلا تھا۔ اس لڑائی میں آنحضرتؐ نے صاف حکم سُنا دیا تھا۔ کہ سب لوگ جنگ تبوک کی تیاری کریں۔ میں ہر روز یہی ارادہ

کرتا۔ کہ آج سامان درست کر لوں گا۔ کل درست کر لوں گا۔ مجھ کو سب طرح کا مقدور ہے۔ بات ہی کیا ہے؟ یہاں تک کہ لشکر دور نکل گیا۔ اور سوائے معذوروں کے یا جن پر نفاق کی تہمت تھی۔ کوئی نظر نہ آیا۔ طبیعت سخت گھبرائی۔ آپ ؐ نے لشکر میں ایک دن میرا حال پوچھا۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ وہ اپنے کپڑوں کی وضع داری اور عیش و عشرت میں رہ گیا۔ مگر معاذ بن جبل نے کہا کہ وہ ایسا آدمی نہیں ہے۔ اور میری بہت سی آنحضرت ؐ کے سامنے تعریف کی۔ ایک دن میں گھر میں آیا۔ میری بیبیوں نے انگور کی ٹٹیوں پر چھڑکاؤ کر کے میرے لئے دوپہر کے سونے کی جگہ تیار کی۔ میں نے کہا۔ کہ ہمارے پیارے نبی حضرت رسول کریم ؐ تو گرمی اور لو میں ہوں۔ اور میں ایسی ٹھنڈی جگہ سوؤں۔ ایسا ممکن نہیں اور میں وہاں نہ سویا۔ یہ میرے دن بڑی مشکل سے کٹتے تھے۔ جب میں نے آنحضرت ؐ کی واپسی کی خبر سنی۔ سخت گھبرایا۔ حیران تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ یہاں تک کہ آپ ؐ مدینہ میں رونق افروز ہوئے۔ دل میں طرح طرح کے منصوبے گانٹھتا تھا۔ کہ جھوٹ سچ کہہ کر ملامت سے بچ جاؤنگا۔ لیکن آخر دل میں یہی ٹھانی کہ جو ہو سو ہو۔ سوائے سچ کے کچھ نہ کہونگا۔ دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ حضور ؐ نے پوچھا۔ کہ کیوں ہماری ہمراہ نہ ہوئے؟ کیا سواری نہیں تھی؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ؐ مجھے قوت تقریر خوب حاصل ہے چاہوں تو جھوٹ اور حیلے بہانے کر کے کام چلا لوں۔ لیکن حضور کے سامنے بجز راست کے کچھ نہ کہوں گا۔ اگر جھوٹ بول کر حضور کو راضی کر لیا تو خدا جھوٹ پر کبھی راضی نہ ہو گا۔ اور اگر سچ بولوں تو امید ہے۔ کہ خدا

بھی میرا قصور معاف کرے گا۔ سو قسم ہے اللہ کی کہ مجھ کو کوئی عذر نہیں
تھا اور میرے پاس سب سامان موجود تھا۔ مگر آجکل کرتا سستی کے
مارے رہ گیا۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ اچھا تم جاؤ۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ کو منظور
ہوگا۔ تیرے حق میں فیصلہ کریگا۔ میں وہاں سے رخصت ہو کر آیا۔ اور
منافقین نے جھوٹے عذر و حیلے تراش لئے۔ آپ ؐ نے اُن کو کچھ نہ کہا
لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ اگر تم بھی کوئی عذر بنا کر کہدیتے۔ آنحضرت ؐ
تمہارا عذر سُن لیتے۔ دیکھو جن لوگوں نے عذر تراش لئے۔ آنحضرت ؐ
نے مان لئے۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ جو کیفیت میری ہوئی ہے۔ یہ
کسی اور کی بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مرارہ بن ربیع اور
بلال بن اُمیہ کی بھی یہی حالت ہے۔ اور اُنہوں نے بے کم و کاست
سچ سچ کہہ دیا۔ تب میں نے اپنے دل کو تسلی دی۔ کہ کچھ پرواہ نہیں
ہے۔ یہ شخص بھی شریک بدر اور نیک آدمی ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ کچھ
بہتر ہی ہوگا۔ پھر ہم تینوں آدمیوں کی نسبت آنحضرت ؐ نے یوں حکم دیا
کہ ان سے سلام کلام موقوف کیا جائے۔ پس کوئی مسلمان ہم سے کلام نہ
کرتا۔ ہماری ایسی حالت ہوگئی۔ کہ گویا نہ ہمارا کچھ ملک ہے نہ ہم کو کوئی
جانتا ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وضاقت علیھم الارض
بما رحبت۔ واقعی زمین باوجود فراخی کے ہم پر تنگ ہوگئی۔ میرے دونو
ساتھی زیادہ عمر والے تھے۔ وہ تو اپنے گھروں میں پڑے رویا کرتے تھے۔ اور
میں جوان تھا۔ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ اور بازار کی طرف
بھی جاتا تھا۔ مگر کوئی شخص مجھ سے کلام نہ کرتا تھا۔ آنحضرت ؐ کو سلام کیا
کرتا۔ آپ ؐ بھی جواب نہ دیتے۔ کچھ شبہ سا ہوتا تھا۔ کہ آہستہ جواب سلام

دیکھتے ہیں۔ اور میں نظر چرا کر خیال کرتا تھا۔ کہ آنحضرت صلعم میری طرف
دیکھتے ہیں یا نہیں۔ تو ایسا پایا جاتا تھا۔ کہ جب میں آپ کی طرف نہیں
دیکھتا۔ تب آپ میری طرف دیکھتے تھے اور جب میں آپ صلعم کی طرف دیکھتا
تو حضور صلعم نظر میری طرف سے پھیر لیتے۔ یعنی یہ میں جانچتا تھا۔ کہ میرا خیال
حضور صلعم کے دل میں ہے یا نہیں؟ آپ صلعم کے اس انداز سے میرے جی
کو گونہ تسلی ہوتی تھی۔ لوگوں کی بے اعتنائی سے جب سخت گھبرایا۔ تو ایک
دن اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ رضہ کے باغ کی طرف گیا۔ میں نے اس سے
السلام علیک کیا۔ مگر اس نے بھی جواب نہ دیا۔ میں نے اسے کہا اے
ابو قتادہ رضہ تجھے میں خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں۔ تو جانتا ہے یا نہیں۔ کہ میں
خدا اور اس کے رسول صلعم کو دوست رکھتا ہوں۔ میں نے یہ بات تین دفعہ کہی۔
مگر اس نے ایک دفعہ بھی جواب نہ دیا آخر میں اس نے یہ کہا کہ اللہ اور رسول
جانے کہ کیا معاملہ ہے۔ پس مجھ کو رونا آگیا۔ اور میں باغ پر کی دیوار سے ہو کر
باہر نکلا۔ پھر میں بازار میں پھر رہا تھا۔ شام کے سوداگروں میں سے ایک
سوداگر مجھ کو تلاش کرتا پھرتا تھا۔ بعض لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا
اس نے شاہ غسان کا ایک خط مجھے دیا۔ مضمون یہ تھا کہ "ہم نے سنا
ہے۔ کہ تمہارے صاحب نے تم کو سب سے الگ کر رکھا ہے۔
حالانکہ تم بڑے ذی عزت آدمی ہو۔ تمہاری ایسی شان نہیں۔
کہ تم سے ایسا معاملہ کیا جاتا۔ پس تم ہمارے یہاں چلے آؤ۔ تم کو
منصب اور مرتبہ ملے گا" خط پڑھ کے مجھے سخت رنج ہوا۔ اور میں نے
دل میں کہا۔ کہ الٰہی! میری یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ کافر مجھے بلاتا
ہے۔ اور میرے ایمان میں طمع رکھتا ہے۔ پس میں نے اس خط کو تنور میں

جلادیا۔ اور اس کا کچھ جواب نہ لکھا۔

جب ہماری اس حالت کو ۴۰ دن گذرے تو آنحضرت ؐ کا حکم آیا۔ کہ اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے یہ دریافت کرایا۔ کہ آیا طلاق دے دی جائے۔ یا یونہی جدا کردی جائیں۔ حکم ہوا۔ کہ نہیں صرف علیحدہ رہنے کا حکم ہے۔ پس میں نے اپنی بیوی کو اُس کے باپ کے گھر بھیجدیا۔ اور یوں کہدیا۔ کہ جب تک خدائے پاک کا کوئی حکم صادر نہ ہو تب تک وہیں رہنا۔ اس حُکم کو سُن کر بلال اُمیہؓ کی بیوی نے آنحضرتؐ سے پوچھا۔ کہ میرا خاوند بوڑھا اور ضعیف ہے اور کوئی اُس کا خادم نہیں اگر اجازت ہو تو میں اُس کا کاروبار کردیا کروں۔ آنحضرت ؐ نے اجازت دے دی۔ مگر اختلاط سے منع کر دیا۔ کسی نے مجھ سے کہا۔ کہ تم اپنی بیوی کے واسطے اجازت منگالو۔ جس طرح بلال بن امیہ کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا۔ میں جوان آدمی ہوں نوکر پاس ہیں۔ جھوٹا عذر نہیں کروں گا دس روز اسی طرح اور گذرے۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھ رہا تھا۔ اور نہایت غم و فکر میں تھا۔ کہ یکایک ایک شخص نے سلع کے پہاڑ سے بہ آواز بلند پکارا۔ کہ اے کعب بن مالک تجھے مبارک ہو۔ میں مبارک کو سن کر سجدہ میں گرا اور معلوم کرلیا۔ کہ ہماری مصیبت دور ہوئی۔ آنحضرت ؐ نے فجر کی نماز کے بعد ہماری توبہ کی قبولیت کی خوش خبری سنائی تھی۔ لوگ اس بشارت کو سنتے ہی ہم تینوں کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میں نے اُسی وقت دو کپڑے جو میرے بدن پر تھے۔ اُتار کر بشارت دینے والے کو پہنا دئے اور اُس وقت آنحضرت ؐ کی خدمت بابرکت میں روانہ ہوا۔ راہ میں

مجھے لوگ مبارکباد دیتے جاتے تھے - یہاں تک کہ میں مسجد شریف میں پہونچا - آنحضرت صلعم بیٹھے ہوئے تھے طلحہ بن عبد اللہ نے دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا - اور مبارکباد دی - مجھے اُن کی یہ بات ہمیشہ یاد رہے گی ÷

جب میں نے آنحضرت صلعم کو السلام علیکم کہا - تو آپ نے فرمایا - مبارک ہو تجھے آج کے دن - یہ دن ایسا ہے - کہ جب سے تو پیدا ہوا - اُس سے بہتر دن تجھ کو میسر نہیں ہوا - اور اُس وقت چہرہ مبارک آنحضرت صلعم کا مارے خوشی کے ایسا چمکتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا (جس سے اظہر من الشمس ہے - کہ آنحضرت صلعم کو اپنی وحی کی صداقت کا کہاں تک یقین اور خوشی تھی) میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم یہ مژدہ اور معافی حضور صلعم کی طرف سے مجھے ملی ہے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے - حضور صلعم نے فرمایا - کہ خدا تعالیٰ کی جناب سے ÷

میں نے عرض کی - کہ میرا یہ جی چاہتا ہے - کہ اِس بشارت کے عوض اپنا سارا مال لِلّٰہ تصدق کر دوں - آپ صلعم نے فرمایا - نہیں کچھ اپنے پاس رہنے دو - کہ تمہارے کام آئے - میں نے کہا کہ جو حصّہ میرا خیبر میں ہے - وہ رہنے دیتا ہوں - باقی سب صدقہ ہے - اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کی برکت سے نجات دی ہے - اس لئے میں اب کبھی جھوٹ کے گرد نہیں بھٹکوں گا - اور قبولیت توبہ کے بعد اللہ تعالےٰ نے ہمارے حال کو دیگر مومنین کے لئے نمونہ بنایا - اور حکم الٰہی ہوا کہ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین - اے ایمان والو اللہ سے ڈرو - اور راستباز لوگوں کی جماعت میں شامل ہو ÷

حضرت کعب کہتے ہیں۔ کہ تب سے سچ کی خوبی میرے دل میں ایسی راسخ ہوئی۔ کہ بڑے بڑے جان جوکھوں کے موقعہ پر بجز سچائی کے میں کوئی کلمہ زبان پر نہ لایا۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جھوٹ سے بچایا +

مسجد ضرار

خزرج ایک قبیلہ تھا۔ انصار مدینہ کا۔ اس قبیلہ میں سے ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد دین اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ شخص بائیبل پڑھے ہوئے تھا۔ اور عیسائی ہو گیا تھا۔ مدینہ میں آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے پیشتر آنحضرتؐ کی نبوت کی بشارت اپنی قوم کو سنایا کرتا تھا قوم میں اس کی بڑی عزت اور رسوخ تھا۔ آنحضرتؐ کی تشریف کے بعد جب انصار مسلمان ہو گئے۔ اسکی عزت میں فرق آگیا۔ بغض و حسد سے آنحضرتؐ کا دشمن جان ہو گیا۔ جنگِ بدر کی فتح کے بعد مدینہ سے بھاگ گیا۔ اور قریش کو ابھار کر جنگ احد میں لے آیا۔ سب سے پہلا تیر جنگ احد میں مسلمانوں پر جس شخص نے چلایا تھا۔ یہی تھا۔ آنحضرتؐ کی بعد کی فتوحات دیکھ کر یہ شخص ملکِ روم میں نکل گیا۔ اہل روم کو مسلمانوں کے برخلاف اکساتا رہا۔ جب کوئی بات نہ بنی مدینہ میں واپس آنا چاہا۔ منافقانِ مدینہ سے ساز و باز رکھتا تھا۔ مدینہ میں رہ کر آنحضرتؐ کے برخلاف تجاویز سوچنے میں ان کا بڑا امداد و مددگار تھا۔ اس نے منافقانِ مدینہ کو کہلا بھیجا۔ کہ میرے وعظ کے لئے ایک مسجد بنائیں۔ تاکہ بظاہر مسلمان بنے رہیں۔ اور باطن میں اسلام کی تخریب کی تدابیر سوچتے رہیں۔ اس کے آنے سے پیشتر منافقانِ مدینہ اس کے حکم کی تعمیل کر چکے تھے۔ اور مسجد قبا کے متصل یہ

مسجد بنا چکے تھے۔ منافقین نے آنحضرت ؐ سے استدعا کی۔ کہ تبرک کے لئے آنحضرت ؐ پہلے ایک دفعہ اس مسجد میں نماز پڑھائیں آنحضرتؐ کو اُن کی بدذاتی اور شرارت کی کچھ خبر نہ تھی۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ کہ جنگِ تبوک سے واپس آکر دیکھا جائیگا۔ منافقین نے آنحضرت ؐ کے لئے اس مسجد میں قتل کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔ اور ارادہ تھا۔ کہ جب آنحضرتؐ اندر تشریف لائیں گے کام تمام کردیا جائیگا۔ جنگ تبوک کے بعد جب آپ ؐ واپس آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی شرارت اور بدذاتی سے آپ کو مطلع کیا۔ اور اُس مسجد کا نام مسجد ضرار رکھا +

مشرکین عرب سے آخری فیصلہ

جن دنوں آنحضرت ؐ جنگ تبوک کو تشریف لے گئے۔ پیچھے بہت سی قوموں نے بدعہدی کی۔ اور آئے دن اُن مشرکین کا یہی حال تھا ادھر رفع الوقتی کے لئے عہد و معاہدہ مسلمانوں سے کرلیتے۔ اُدھر جب موقع نکل جاتا۔ عہد توڑ کر جھٹ ایذائے اہل اسلام میں مشغول ہوجاتے اور تخریب اسلام میں کسی طرح کی کمی نہ کرتے۔ غرض کہ اُن کے عہدوپیمان کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ سنہ ۹ ہجری میں آنحضرت ؐ نے ابوبکر صدیق رضؓ کو مسلمان حاجیوں کا امیر (سردار) مقرر کرکے اُن کو حج کرانے کی غرض سے مکہ معظمہ میں روانہ فرمایا۔ جب وہ کچھ سفر طے کرچکے تو بعد میں سورۃ برات کی آیات نازل ہوئیں۔ آنحضرت ؐ نے وہ آیات لکھ کر حضرت علی مرتضٰے رضؓ کے حوالہ کیں۔ اور اُنہیں قافلہ کے پیچھے روانہ فرمایا۔ قافلہ انہیں راستہ میں

مل گیا۔ علی مرتضیٰ رضؓ نے یہ تحریر حضرت ابو بکر صدیق امیر قافلہ کے حوالہ کی۔ انہوں نے عرفہ کے دن اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر سورۃ توبہ کی آیات سنائیں۔ اور اس کے مضمون کو بہ آواز بلند پکارا۔ اور حضرت علی مرتضےٰ رضؓ نے دیگر اصحابیوں کے ساتھ مل کر جا بجا اس کی منادی کرا دی +

کفار نابہنجار کی بار بار کی عہد شکنیوں اور ایذا رسانیوں ۔ اور درفع الوقتیوں پر ضرور تھا۔ کہ اُن لوگوں کا قرار واقعی تدارک کیا جاتا۔ ان لوگوں نے اپنے تئیں یہاں تک بے اعتبار کر لیا تھا۔ اور ۲۲ سالہ کی شرارتوں اور فساد فی الارض کی وجہ سے امن عامہ کے لئے ایسے مخل اور مضر اور زہر ہلاہل ثابت ہو رہے تھے۔ کہ اُن کے آئے دن کی شرارتوں اور بد عہدیوں سے نجات پانے کے لئے ایک قرار واقعی انتظام ضروری تھا۔ سو حکم الٰہی کے موافق یہ منادی کرائی گئی۔ کہ :۔

(۱) آئندہ مسلمان کسی مشرک سے صلح نہیں رکھیں گے۔ جن لوگوں سے میعادی عہد باندھا گیا ہے میعاد پوری کر کے اور جن لوگوں سے کوئی میعاد مقرر نہیں۔ یا اُن سے مطلق عہد نہیں۔ انہیں چار ماہ کی مہلت مقرر ہے۔ اس کے بعد خواہ لڑائی کا سرانجام کریں۔ یا وطن چھوڑ جائیں یا مسلمان ہو جائیں +

(۲) جو مشرک قرآن شریف سننا چاہے اُسے کلام الٰہی سُننے کے لئے امن دیا جائے گا +

(۳) کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہ کرے نہ دستور جاہلیت کے موافق کوئی ننگے بدن طواف کرے +

(۴) اہلِ ایمان کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا +

یہ مضمون تھا منادی کا۔ جو اگرچہ بظاہر سخت معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُن کی متواتر شرارتوں اور بدعہدیوں اور بے اعتباریوں پر نظر کرنے سے کچھ بھی بے جا معلوم نہیں ہوتا +

اصل یہ ہے۔ کہ یہ مشرکینِ عرب ایک مواد فاسدہ تھے۔ جس نے ایک دُنیا کے جسم کو خراب کر رکھا تھا۔ اور یہ مواد فاسد برسوں سے جمع ہو رہا تھا۔ جسم میں جب تک خلط فاسد رہتا ہے۔ جسم تندرست نہیں رہ سکتا +

ضرور تھا۔ کہ اس مواد فاسد کا قطعی انسداد کیا جاتا۔ اور وہ یہی صورت تھی۔ کہ کسی قدر مُہلت دینے کے بعد یا اُن سے لڑ کر اُن کا قلع و قمع کیا جاتا۔ تاکہ دُنیا کی اصلاح ہو۔ یا وہ لوگ وطن چھوڑ جائیں تاکہ اُن کی شرکت سے جسم صحیح میں خرابی پیدا نہ ہو۔ اور عرب اس مرض متعدی سے نجات پائے۔ یا وہ کھلے مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہوں۔ تاکہ مادہ فاسدہ اصلاح پائے۔ اور دُنیا کو امن آ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین عرب سے سوائے قتل یا جلاوطنی یا اسلام کے اور کسی بات کے قبول کرنے کا حکم نہیں تھا۔ اور اُن کی بغاوتیں اور شرارتیں اور بدعہدیاں اور دورویاں اسی بات کی متقاضی تھیں اور ملک کے امن کے لئے اس سے بہتر تجویز اور کوئی ممکن نہ تھی +

نصارائے نجران کے ساتھ آنحضرت کا مباحثہ

سنہ ۱۰ ہجری

نجران مدینہ سے شمال کی طرف ایک شہر ہے۔ جس میں آنحضرتؐ کے

زمانہ میں عیسائی لوگ رہا کرتے تھے۔ یہ لوگ الوہیت مسیح و تثلیث کے قایل تھے۔ قرآن شریف میں اکثر اسی فرقہ کے عقائد پر جرح و قدح کی گئی ہے آنحضرت صلعم نے اپنی وفات سے ایک سال پیشتر یعنی سنہ ۱۰ ہجری میں ان لوگوں کو خط لکھا۔ اور اسلام کی دعوت کی۔ ان لوگوں میں سے ساٹھ آدمی کا ایک گروہ حضور علیہ السلام کی ملاقات کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان میں سے چودہ آدمی قوم کے شرفا و رؤسا میں سے تھے۔ جن میں ایک اُن سب کا سردار تھا جو قبیلہ کندہ میں سے تھا۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ اور لقب عاقب۔ دوسرا اس کا وزیر و مشیر ایہم نامی تھا۔ جس کا لقب سید تھا۔ اور تیسرا ابوحارثہ بن علقمہ قبیلہ بنی بکر بن روایل میں سے تھا۔ یہ سب سے بڑا پادری صاحب مدارس تھا۔ جس کو اسقف (پادری اعظم) کا خطاب ملا ہوا تھا۔ شاہانِ روم اُس کے علم وفضل کی وجہ سے اُس کی کمال تعظیم و تکریم کیا کرتے۔ اور اس کو ایک بڑی جاگیر بھی دے رکھی تھی۔ اور کلیسیاء عرب کا پیشوا اُسے بنا رکھا تھا۔ غرض کہ یہ لوگ بڑے تبختر اور دھوم دھام کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں اور بدن پر بھڑک دار ریشمی کپڑے پہنے ہوئے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ چلے۔ راستہ میں ابوحارثہ کے خچر نے جس پر وہ سوار تھا۔ ٹھوکر کھائی۔ اس پر اس کا بھائی کرز بن علقمہ بولا۔ کہ وہ شخص جس کے پاس ہم چلے ہیں۔ اس طرح ٹھوکر کھائے گا۔ (گویا یہ فال ہمارے لئے نیک ہے۔ اور نشان ہے۔ محمدؐ کے ٹھوکر کھانے کا)۔ ابوحارثہ بولا۔ نہیں بلکہ تم ہی ٹھوکر کھاؤ گے۔ کرز بولا بھئی۔ کیوں؟ ابوحارثہ نے کہا سچ پوچھتے ہو۔ تو

خدا کی قسم کہ یہ وہی نبی موعود ہے۔ جس کے آنیکا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ ؑ کا مثیل (استثنا ۱۸ باب ۱۸) حضرت عیسےٰ ؑ کا فارقلیط (یوحنا ۱۴ باب ۱۴) داؤد ؑ کا پہلوان (زبور ۴۵) یہی ہے۔ یہی نبی ہے۔ جسکی تمام انبیاء خبر دیتے آئے ہ کرز بولا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تمہیں اس پر ایمان لانے میں کیا تامل ہے۔ ابو حارثہ بولا۔ کہ اگر ہم ایمان لے آئیں۔ تو پھر عزت اور جاگیر جو بادشاہوں نے ہمیں عطا فرما رکھی ہے۔ سب واپس لے لیں۔ اور ہماری ساری عزت جاتی رہے۔ کرز کے دل میں اس بات نے بڑا اثر کیا۔ وہ ایک منصف مزاج آدمی تھا۔ اس نے قوم اور بھائی کی مخالفت اور دنیا کے اموال و دولت کی کچھ پرواہ نہ کی۔ سیدھا مدینہ میں آتے ہی دین اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اپنے بھائی کی وہ بات جو اس نے آنحضرت ؐ کی صداقت میں کہی تھی۔ ہمیشہ لوگوں سے اظہار کیا کرتا۔ اب یہ لوگ مدینہ میں آئے۔ اور خاص مسجد نبوی ہی کے احاطہ میں فروکش ہوئے۔ اسلام کی بے تعصبی اور آزادی کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے۔ کہ ان لوگوں کو مسجد نبوی ہی میں اپنے طور کی نماز پڑھنے کی بھی اجازت مل گئی۔ اور ان لوگوں نے مسجد ہی میں گرجا کیا۔ چونکہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔ اور مکہ کی طرف منہ نہ کیا تھا۔ اس لئے کئی مسلمان اس بات سے کشیدہ بھی ہوئے۔ کہ مسلمانوں کی مسجد میں نماز پڑھنا۔ اور منہ مکہ سے پھیر کر دوسری طرف کھڑا ہونا یہ کیا؟ مگر آنحضرت ؐ نے صاف فرما دیا۔ کہ ان لوگوں سے کچھ تعرض نہ کرو۔ جدھر ان کا جی چاہے منہ کر کے نماز پڑھیں۔ نماز کے بعد وہ دربار نبوی میں حاضر

ہوئے۔آپ صلعم نے بڑی مدارات کے ساتھ ان کا سلام لیا۔اور ہر طرح شک و شبہات رفع کرنے کے لئے اُن کو اجازت دی +

میدانِ مناظرہ گرم ہوا۔اور بحث مباحثہ شروع ہو گیا۔اس تقریب میں آنحضرت صلعم کی تائید کے لئے سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔اور آنحضرت صلعم نے بحث مباحثہ میں اُن کو خوب مغلوب کیا یہاں تک کہ وہ بالکل لاجواب ہو گئے +

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ زندہ ہے اس پر کبھی موت و فنا طاری نہیں ہو سکتی۔اور تم کہتے ہو۔کہ عیسےٰ مسیح مصلوب ہو کر مر گئے پھر وہ خدا کیسے ہوئے؟

خدا تعالیٰ قیوم السموات والارض ہے۔ذرہ ذرہ کا سہارا اور کل دُنیا کا داتا ہے۔اور ہر شئے کا وجود و بقا اسی سے ہے۔اور حضرت عیسیٰؑ میں ان صفات میں سے کوئی بھی نہیں۔بلکہ وہ آپ کھاتے پیتے اور پرورش پانے کے محتاج تھے۔پھر وہ خدا کیسے ہوئے؟

تمام دنیا جانتی ہے اور آسمانی کتابوں سے ثابت ہے۔کہ ایک اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔یعنی ایک ہی معبود ہے۔اور تم تین معبود قرار دیتے ہو۔حالانکہ کوئی آدمی دو مخدوموں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ضرور ایک نہ ایک طرف کمی بیشی ہو گی (متی ۲۶ باب ۲۴) پھر ایک انسان تین معبودوں کی کس طرح پرستش کر سکتا ہے +

انّ اللہ لا یخفی علیہ شیئ فی الارض ولا فی السماء خدا پر تو زمین اور آسمان میں کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔وہ غیوب السموات والارض کو جانتا ہے۔اور حضرت عیسیٰؑ صفت عالم الغیبی سے بالکل بے بہرہ

تھے۔ اُن کا علم عام انسانوں کی طرح بتدریج ترقی پذیر رہا۔ نہ کہ ابتدائے عمر سے اخیر تک یکساں۔ انجیل سے ثابت ہے۔ کہ ایک عورت نے اُن کا دامن چھوا۔ تو اُنہیں پتہ نہ لگا۔ کہ میرا دامن کس نے چھوا دلوقا ۸ باب ۴۴ ایسا ہی اُنہیں قیامت کا بھی علم مطلق نہیں تھا دمرقس ۱۲ باب ۲ ۳۲ حالانکہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن سے بخوبی واقف ہے۔ گو مصلحتاً اظہار نہ کرے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیسے ؟

حضرت عیسیٰ کا کھانا پینا۔ بول و براز کرنا اور سونا انجیل سے ثابت ہے۔ پھر وہ خدا کیسے ہوئے ؟

خدا تعالیٰ اس بات سے پاک ہے۔ کہ وہ کسی کنواری کے پیٹ میں جنم لے۔ اور نو ماہ تک حیض کا خون کھائے۔ اور عام انسانوں کی طرح ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہو۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ ع کی نسبت تم یہ سب باتیں مانتے ہو۔ پھر وہ خدا کیسے ہوئے ؟

عیسائی جیسا کہ اُن کی عادت ہے۔ فضول کج بحثیوں پر اُتر آئے اور اپنی ہی بات پر ضد و اصرار کرنے لگے۔ کہ نہیں حضرت مسیح ع خدا کا کلام ہیں اور ہمیشہ اُس کے ساتھ ہیں۔ اِس لئے خدا ہیں ×

آنحضرت صلعم نے فرمایا سامت کہہ۔ یہ خدا تعالیٰ کی جناب میں پرلے درجہ کا شرک اور گستاخی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات اِن باتوں سے پاک ہے۔ وہی بات جس پر ہم بھی اور تم بھی اور سب اہل کتاب متفق ہیں ٹھیک ہے اور یہ زوائد اور حواشی جو تم نے آپ گھڑ لئے ہیں سب باطل۔

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا

من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون - اے
نبی تو ان سے کہدے کہ اے اہل کتاب آؤ اور ایک ایسی بات کی طرف
رجوع کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکسان مانی جاتی ہے - جس
پر تمام انبیا خدا کی تمام کتابیں - انبیاء کے صحائف - عقلمندوں کی عقل
متفق ہے - کہ خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں - اور کسی کو ذات
وصفات میں اُس کا شریک نہ ٹھیرائیں - اور اللہ کے سوائے تم میں
سے کوئی کسی کو مربی ومحسن نہ سمجھے - پھر اگر اہل کتاب ایسی سیدھی
اور صاف جمیع کتب الٰہی وحکماء وانبیاء کی متفق علیہ بات کے ماننے
سے روکشی کریں - تو تم کہدو - کہ ہم تو ایک ہی خدا کے آگے سر تسلیم جھکائے
ہیں - دو یا تین خداؤں کی خدمت اور پرستش ہم سے تو نہیں ہو سکتی +

عیسائی - نہیں نہیں متفق علیہ بات تثلیث ہی ہے سب انبیاء
تثلیث کے قائل تھے - حضرت ابراہیم ع بھی عیسائی ہی تھے - اور
عیسٰےؑ کی الوہیت پر اعتقاد رکھتے تھے +

آنحضرت ص - یا اهل الکتاب لم تحاجون فی ابراهیم وما
انزلت التورات والانجیل الا من بعدہ افلا تعقلون ۝ - ھا انتم
ھاؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم - فلم تحاجون فیما لیس لکم
بہ علمٌ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۝ - ما کان ابراھیم
یہودیًا ولا نصرانیًا ولکن کان حنیفا مسلماً وما کان من
المشرکین ۝ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی
والذین اٰمنوا واللہ ولی المومنین ۝ اے اہل کتاب ابراہیمؑ کے
بارہ میں کیوں جھگڑتے ہو کہ وہ عیسائی تھا - حالانکہ توریت وانجیل تو اُتاری

ہی اُس کے بعد گئی ہے - پس وہ عیسائی یا یہودی کیسے ہو سکتا ہے - کیا تمہیں اتنی سمجھ نہیں - تم لوگوں نے ایسی باتوں میں تو کچھ جھگڑا اور بحث مباحثہ کیا - جن کی بابت تم کو غلط یا صحیح کچھ نہ کچھ علم تھا - مگر جس بات کا تم کو سرے سے علم ہی نہیں اور صریحا خلاف بولتے ہو - اُسکی نسبت کیوں جھگڑا کرتے ہو - اور اللہ حقیقت الامر کو جانتا ہے - اور تم نہیں جانتے - ابراہیم نہ تو یہودی تھا نہ عیسائی - بلکہ وہ یک رخہ مسلمان تھا - اور مشرکوں اور تثلیث والوں میں سے نہیں تھا - یقیناً ابراہیمؑ کے ساتھ سب سے زیادہ مناسبت اُن لوگوں کو تھی جو اس کے اس وقت کے تابع تھے - پھر یہ نبی اور اس کے بعد سارے مسلمان - اور اللہ تو مسلمانوں ہی کا حامی اور مددگار ہے - مشرکوں اور کافروں کا نہیں (آخر کار یہ نبی اور مسلمان اپنے سب مخالفین پر جیت جائیں گے - اور کفار تبہ اور خستہ حال ہو کر نسیاً منسیاً ہو جائیں گے *

غرض کہ آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کا خوب قافیہ تنگ کیا - اور وہ عقلی اور نقلی ہر قسم کی بحث میں بالکل مغلوب ہو گئے - مگر اپنی ہیکڑی اور ضد سے باز نہ آئے - اور یہی کہتے گئے - کہ نہیں نہیں - مسیح خدا اور خدا کا بیٹا ہی ہے - جس پر اللہ تعالےٰ نے فیصلہ کی ایک اور آسان راہ بتائی - کہ فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكاذبين ۝ - جو شخص اسکے بعد کہ تیرے پر علم حق آچکا یعنی دلایل قاطعہ و براہین ساطعہ سے تو اُن کا دین مغلوب کر چکا ا تیرے ساتھ جھگڑا کرے - تو تو اُن سے کہہ کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو

بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی بیٹیوں کو بلائیں۔ تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ۔ ہم بھی اپنے تئیں حاضر کریں۔ تم بھی اپنے تئیں حاضر لاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کریں۔ اور خدا کی دربار میں گڑگڑا کر جھوٹوں پر لعنت کریں۔ سو جو شخص جھوٹا ہوگا۔ اُس پر خدا کی لعنت برسے گی۔ اور غضب الٰہی کا مورد ہو کر حق کے مقابل تباہ اور ذلیل ہو جائے گا +

عیسائیوں کے ساتھ آنحضرتؐ کا مُباہلہ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نصارائے نجران بحث مباحثہ میں آنحضرتؐ کے مقابل بالکل مغلوب ہو گئے۔ اور حق اور صداقت کے مقابل اُن کے اکاذیب اور اباطیل کی کچھ پیش نہ گئی۔ مگر عیسائیوں کا قاعدہ ہے کہ دلائل میں وہ کیسے ہی بودے اور مغلوب ہوں۔ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آیا کرتے +

اس پر اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو مباہلہ کا حکم دیا۔ کہ اگر یہ عقلی اور نقلی دلایل سے مغلوب ہونے پر بھی بس نہیں کرتے۔ تو انہیں آسمانی فیصلہ کی طرف بلاؤ۔ وہ اس طرح کہ ایک طرف تم تمہارے بیٹے اور بیٹیاں۔ دوسری طرف وہ اور اُن کے بیٹے اور بیٹیاں بالمقابل جمع ہوں۔ اور دونوں خدا کے حضور کمال تضرع اور ابتہال سے گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ کہ اے احکم الحاکمین اور خیر الفاصلین اب ہم تیرے فیصلہ پر راضی ہو گئے

ہیں۔ تو ہی اپنا سچا فیصلہ کر۔ کہ ہم میں سے جو فریق جھوٹا اور کاذب ہے اور راہِ حق کو چھوڑ کر بطلان کو اختیار کر رہا ہے۔ اُسے ایسی ذلت کی مار مار اور اُسپر اپنی لعنت ڈال۔ کہ تیرے حضور تیرا صادق اور کاذب بندہ صاف متمیز ہو جائے اور راستباز کی عزت جھوٹے کی ذلت ظاہر ہو۔ راستباز کامیاب اور کاذب مغلوب اور نیست و نابود ہو جائے ۔ اس قسم کی دعا اور آسمانی فیصلہ کے لئے آنحضرتؐ نے حسبِ ارشاد خداوندی اُن کو بلایا۔ پہلے عیسائی اس طرح کے فیصلہ پر کہ ہر طرح کی حجت تمام کرنے کے لئے کافی تھا۔ راضی ہو گئے۔ مگر مکان پر جاکر جب صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ تو آنحضرتؐ کی صداقت کا اثر ان کے دلوں پر ایسا ہوا۔ کہ مباہلہ سے جی چرا گئے۔

ادھر رسولِ کریم صبح کے وقت جو میدان مباہلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو عجب نظارہ نظر آیا۔ کہ پنجتن پاک اس طرح جلوہ گر ہیں۔ کہ سب سے آگے حضرت محمد رسول اللہؐ ہیں اور اُن کے پیچھے آپ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ رضؓ خاتونِ جنت۔ اُن کے بعد حضرت علی علیہ السلام۔ اُن کے بعد امام حسن رضؓ اور سب کے بعد حضرت امام ہمام حسین علیہ السلام میدان مباہلہ کی طرف چلے جاتے ہیں۔ علماء نصاریٰ میں سے جو لوگ جہاندیدہ اور سن رسیدہ تھے پنجتن پاک کو جاتے ہوئے دیکھ کر گھبرائے۔ اور رعب الٰہی اُن پر غالب ہوا۔ اُن کا بڑا پادری ابو حارثہ بن عقلمہ اپنی جماعت کی طرف مخاطب ہوا۔ اور یوں گویا ہوا۔ کہ اے قوم جانتے ہو۔ کہ یہ کون صورتیں چلی جاتی ہیں؟ ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ خدا تعالےٰ سے پہاڑ کے ٹل جانے کی دعا بھی مانگیں گے۔

توپہاڑ بھی ٹل جائیگا - ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو تب ہزار حلے ہر سال بطور پیشکش کے نذر دینا قبول کر کے رخصت ہوئے - جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا - کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو سب سود اور بندر ہو جاتے۔ جاتے وقت ان لوگوں نے آنحضرت صلعم سے استدعا کی - کہ آپ ہمارے لئے اپنے لوگوں میں سے ایک ایسا آدمی مقرر کر دیں - جو ہمارے مقدمات و معاملات متنازعہ فیہا کا فیصلہ کیا کرے - حضرت عمر رضہ کا خیال تھا - کہ آنحضرت صلعم ان کو نجران میں امیر بنا کر بھیجدیں - مگر جناب رسولِ خدا صلعم نے ان کو جدا کرنا مناسب نہ سمجھا - اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو امیر بنا کر نجران کی طرف روانہ کر دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد عاقب اور سید بھی مدینہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہو گئے - اور حق کا بول بالا ہوا -

حجۃ الوداع

۱۰ ہجری

نویں سال ہجرت میں حج فرض ہوا تھا - اس سال بسبب شغل تعلیم وفود و امور غزوات کے آنحضرت صلعم خود حج کو تشریف نہ لیجا سکے

حضرت ابوبکر رضؓ کو آپ صؐ نے امیر الحاج مقرر کر کے روانہ کر دیا۔
تاکہ لوگوں کو شریعت اسلامی کے موافق حج کرا دیں۔ بموجب حکم
آنحضرت سورہ توبہ کا مضمون سُنائیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ اب دوسرے
سال سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت صؐ بنفسِ نفیس خود حج کو تشریف فرما
ہوئے۔ اور مختلف قبائل عرب سے لاکھ آدمی سے زیادہ آپ صؐ کے
ساتھ اور شامل ہوئے۔ اس حج میں آپ صؐ نے ایسی باتیں فرمائیں
جیسے کوئی لوگوں کو وداع اور رخصت کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے
اس حج کا نام حجۃ الوداع ہُوا +

اللہ اللہ کیا کامیابی ہے۔ کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں
نہیں ملتی۔ حجۃ الوداع کا نظارہ دیکھو۔ جس میں ایک لاکھ سے زائد
آدمی حضور صؐ کے ساتھ تھے۔ اور جس کے بعد حضور صؐ نے
مدینہ طیبہ میں جا کر اس دار فانی سے رحلت فرمائی +

حجۃ الوداع میں اس طرح پر جس طرح حضرت موسیٰ عؑ
نے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی قوم مخاطب کر کے اقرار لیا تھا۔ جناب
محمد رسول اللہ صؐ نے بھی ٹیلے پر چڑھ کر اپنے خدام کو وصیتیں
کیں۔ مواعظ حسنہ اور نصائح مفیدہ سے مستفیض کیا۔ اور فرمایا۔
کہ شاید اگلے سال میں تم میں نہ رہوں۔ اس لئے کہ تبلیغ رسالت کا
کام ختم ہو چکا۔ دین الٰہی کامل ہو چکا۔ ان مواعظ میں کتاب اللہ
کی تعمیل کی سخت تاکید فرمائی۔ عورتوں کے ساتھ مردوں کو اور مردوں
کے ساتھ عورتوں کو کمال سلوک اور احسان کرنے کی تاکید کی۔ اور
آخر میں فرمایا۔ کہ لوگو! جب قیامت کے دن تم سے خدا میری تبلیغ

رسالت کی بابت سوال کرے گا۔ تو تم کیا جواب دو گے سبھوں نے بالاتفاق جواب دیا۔ کہ ہم کہیں گے۔ آپ ؐ نے خدا کے احکام بخوبی پہونچائے۔ اور اُمت کو کامل طور پر نصیحت کی۔ اور تبلیغ رسالت کا پورا حق ادا کیا۔ تب آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا اَللّٰھُمَّ اشھد۔ اَللّٰھُمَّ اشھد۔ اَللّٰھُمَّ اشھد۔ اے اللہ تو گواہ ہو۔ کہ میں نے تیرا فرض رسالت ٹھیک طور پر ادا کیا +

عرفہ کے دن کہ جمعہ تھا۔ یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے اپنا دین تم پر کامل کیا۔ اور تم پر اپنا احسان پورا کیا۔ اور تمہارے دین اسلام کو پسند کیا۔ اس آیت سے آپ ؐ نے سمجھ لیا۔ کہ اب رسالت بالکل مکمل ہو چکی۔ دنیا میں جو میرا کام تھا۔ سو کر چکا۔ خدا سے ملنے کا اشتیاق غالب ہوا۔ چنانچہ اس آیت کے نزول سے تقریباً ڈھائی مہینہ تک رسول کریم ؐ نے اقامت فرمائی۔ بعد اس کے چہار شنبے کے دن اٹھائیسویں صفر کو حضرت ؐ بیمار ہوئے۔ اور مرض رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ وفات فرمانے سے تین دن پیشتر آنحضرت صلعم کو کچھ افاقہ ہؤا۔ اسی روز نماز صبح کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ بعد نماز آنحضرت ؐ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھ کر لوگوں کو کچھ وعظ نصیحت کرتے رہے۔ اور فرمایا لعن اللہ قوماً اتخذوا قبورھم مساجد یعنی اللہ تعالیٰ کی اُس قوم پر پھٹکار رہے۔ جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدوں کی سی تعظیم دیتے ہیں۔ لا تتخذوا قبری وثنا۔ یعنی تم

میرے بعد میری قبر کو بت نہ بنا لینا +

آنحضرتؐ اسی طرح صحابہ سے باتیں کرتے تھے۔ کہ دن چڑھ گیا اس کے بعد حضرتؐ گھر تشریف لے گئے۔ بعد میں غشی طاری ہو گئی۔ اور مرض نے زور پکڑا۔ دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول کو آنحضرتؐ نے ۶۳ سال کی عمر میں دار فانی سے رحلت فرمائی اور آفتاب برج نبوت مغرب فنا میں غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

آنحضرتؐ جب پیدا ہوئے تھے عامہ عرب پتھروں درختوں سیاروں اور لنگ بھنگ کی پوجا میں گرفتار تھے سود شراب خوری۔ قمار بازی۔ حرام کاری۔ بچہ کشی انسان کی قربانی کا وہ زور تھا کہ الامان۔ ہٹ۔ ضد۔ حمیت قومی۔ نفرت کا وہ عالم تھا کہ بایں ہمہ جہالت دوسری ملتوں سے کسی قسم کا فیض لینا تو درکنار اولٹا انہیں عجمی (گونگا) کا خطاب دیتے تھے۔ اور تمام غیر قوموں کو نفرتی نام سے یاد کرتے تھے۔ رسولِ پاک احمد مصطفٰے پیارے خاتم النبیین تھے۔ کہ آپ کی وفات سے پیشتر دیکھتے ہی دیکھتے تمام ملک عرب شرک بُت پرستی سے بکلی پاک ہو گیا عرب کے بے مثل کینہ و عداوت کو ملک عرب سے خیر باد کہنا پڑا۔ بچہ کشی۔ انسان کی قربانی اور دیگر تمام بد رسموں کا خاتمہ ہوا +

عرب کی تمام اکھڑ کینہ پرور پہاڑی جنگجو قوموں میں ایسے اخوت اور وحدت قائم ہو گئی۔ کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ اور آنحضرتؐ کی تعلیم نے وہ اثر پیدا کیا کہ اُن کے ہر ایک کام میں صلح اور سلامتی کا رویہ جاری ہو گیا۔ آتش پرستی۔ دہریت۔ مذہب عیسویت اور یہودیت کا بطلان ظاہر کیا گیا اور دلائلِ عقلیہ نقلیہ سے ان کی بیخ کنی کی گئی +

خصائل النبیؐ

آنحضرت صلعم کی ذات گرامی بہمہ صفات ستودہ موصوف تھی۔ آپ کی شیریں کلامی ایسی تھی۔ کہ تمام عمر میں کسی دوست یا دشمن کے حق میں کوئی ثقیل لفظ نہ استعمال کیا اور نہ کسی پر نکتہ چینی کی۔ آپ کا حلم ایسا تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں کبھی سے بدلہ تک نہ لیا۔ حضرت انسؓ لکھتے ہیں کہ میں نے دس سال تک آنحضرتؐ کی خدمت کی۔ کسی نقصان کے ہو جانے پر مجھے کبھی نہیں ڈانٹا۔ اور نہ کبھی کسی قسم کی ملامت کی اور زبانِ مبارک سے کبھی نہ فرمایا۔ کہ یہ کام کیوں نہیں کیا اور کس واسطے نہیں کیا +

شجاعت ایسی کہ توحید الٰہی کے واسطے اپنے ملک اور قوم میں شرک وغیرہ کا نام نہ چھوڑا۔ تمام اہلِ عرب مخالف ہیں اور پھر ذرا حزن و ملال نہیں +

آپؐ کا کرم ایسا تھا۔ کہ کسی سائل کو بشرطیکہ اُس کا سوال خلافِ تعظیمِ الٰہی نہ ہو کبھی محروم نہ کیا۔ اور دُنیائے دُنی سے بے رغبتی ایسی کہ مرنے کے دن تک باوجود تمام ملک عرب پر حکومت حاصل ہونے کے آپؐ کی زرہ چند سیر دانہ جَو پر یہودی کے پاس رہن تھی۔ مالک بن دینارؒ لکھتے ہیں کہ آپ کو دُنیاوی لذایذ کی طرف عموماً کم رغبت تھی۔ آپؐ نے پیٹ بھر کر روٹی گوشت بھی کبھی نہیں کھایا۔ اور ہر قسم کے نرم ریشمی وغیرہ فاخرانہ لباس کو ہمیشہ نظرِ حقارت سے دیکھتے رہے +

تمام شُد
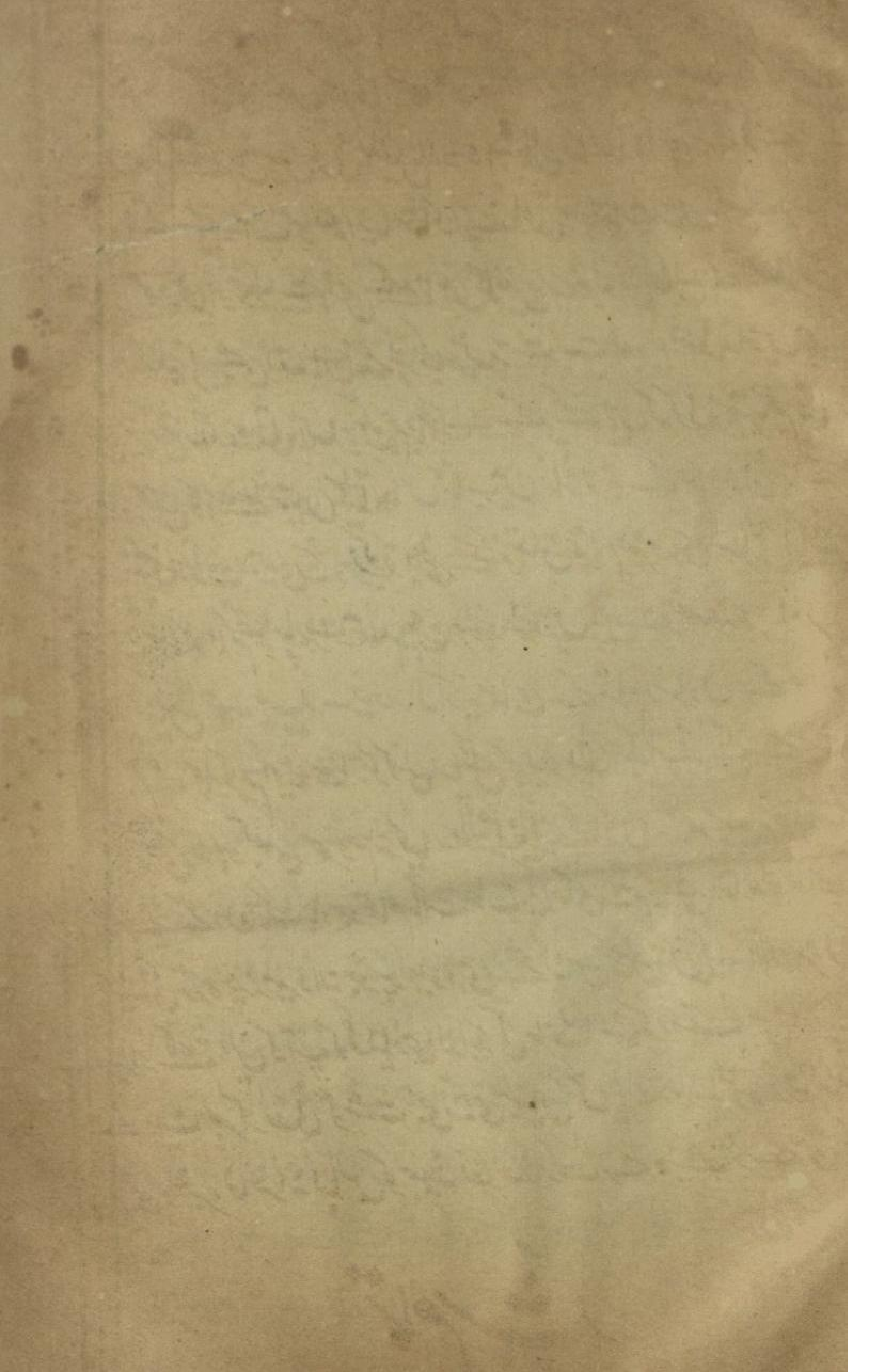
مسلمان بچّوں کیلئے ایک عجیب وغریب تحفہ

چونکہ نماز اسلام کا ایک ایسا رکن اعلےٰ ہے جس کا کہ جاننا چھوٹے بڑے سب کے لئے یکساں ہے اس لئے بایں خیال پیارے بچوں کے لئے ایک نہایت عمدہ جلی خوشخط اعلےٰ قسم کے ولائتی کاغذ پر رسالہ رہنمائے اسلام تیار کرنا پڑا ہے۔ اِس سے پیشتر گو ملک میں بہت سے عمدہ خوشخط نمازیں چھپ کر شائع ہوئی ہیں۔ مگر ہم دعوےٰ سے کہتے ہیں کہ کوئی مترجم نماز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کتاب میں نماز مترجم کے علاوہ پنج بنائے اسلام یعنی نماز، روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق تمام ضروری مسائل ایک نہایت آسان ومختصر عبارت میں بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت نصف ۱ر

خلاصہ بید۔ یہ رسالہ آریہ سماج کے تمام رسالوں کے جواب میں (جو اُنھوں نے غریب مسلمانوں کے صرف دل دکھانے کے لئے شائع کئے ہیں) لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں تعلیم قرآن اور تعلیم بید کا ایک منصفانہ طور پر مقابلہ کیا گیا ہے اور آریہ سماج کی مخفی تعلیم سے باقاعدہ حوالہ دیکر واقفیت دلائی گئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ خود اُن کے گھر میں کیا ہے دوسروں پر ناحق زبان درازی کی جاتی ہے۔ قیمت نصف دو آنے ۲ر

گنجینہ ایمان خلاصہ تقویۃ الایمان مرتبہ عالیجناب متبع کل علی اللہ عالم باعمل حضرت مولٰنا حاجی حافظ صوفی عبد الرحیم صاحب۔ اِس کتاب میں بچوں کو ایک سلیس عبارت میں توحید کا سبق سکھلایا گیا ہے تاکہ بچپن سے اُنکے عقاید کی درستگی ہو اور انہیں پتہ لگے کہ اصل توحید کیا ہے اور اسلام کس چیز کو کہتے ہیں۔ قیمت نصف رعایتی دو آنے ۲ر

المشتہر:۔ خاکسار صوفی عبد الرحمٰن خان ساکن مالیر کوٹلہ